قال اللہ تعالیٰ ان الشیطٰن للانسان عدو مبین

شیطان انسان کا کھلم کھلا دشمن ہے

رسالہ

شرح حدیث قرن الشیطان و نجد

جس میں

حدیث مذکور کی مفصل و مکمل شرح کیگئی ہے اسکے متعلق جسقدر اعتراضات تاویلات پیدا کیجا چکی ہیں۔ انکا مفصل مدلل مسکت اور دندان شکن جواب دیئے ہیں عالمانہ تحقیق سے کام لیا گیا ہے

مؤلفہ

حضرت مولانا مولوی غلام احمد صاحب اخگر شیر اسلام محمدی احمدی سنی حنفی نقشبندی مجددی نوری امرتسری مدظلہ العالی

حسب فرمایش

خاکسار ابو الریاض حکیم معراج الدین احمد مالک مدیر اخبار الفقیہ۔ راعیان میگزین امرتسر

میں مہ سلطان بخش پریس رحمیہ امرتسر باہتمام منشی نظر اور ... چھپا رسالہ ... شائع ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام
علی رسولہ محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

تمہید

خاکسار ذرہ بے مقدار غلام احمد ..... وید محمدی احمدی حنفی نقشبندی مجددی نوری امرتسری المتخلص بہ اخگر قارئین کرام کی خدمت میں التماس کرتا ہے۔ کہ آویزش نجد و حجاز نے مسلمانوں میں ایک نئی بحث کا آغاز کر دیا۔ ہندوستان کے غیر مقلدین جو اس آویزش سے پہلے اپنے آپکو نجدیوں سے بالکل الگ تھلگ ظاہر کرتے تھے اب نجدیوں کی نہ صرف حمایت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ نجدی اور ہندوستانی وہابی درحقیقت ایک جسم دو قالب کا حکم رکھتے ہیں پہلے ان سے الگ رہنے کی ضرورت اس لئے پیدا ہوئی تھی کہ محمد بن عبدالوہاب اور اس کے جانشینوں نے سلطنت عثمانیہ سے بغاوت کی اور ترکوں کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر کربلائے معلےٰ۔ مدینہ طیبہ۔ مکہ مکرمہ اپنے تصرف میں کر لئے تمام دنیا کی تاریخی تصانیف میں ان کی بغاوت مسلم تھی۔ جب اول الوہابین فی الہند اسمٰعیل دہلوی نے سرحد پر چھیڑ چھاڑ کی اور بقیۃ السیف مریدوں کا ایک حصہ وہاں چھوڑا۔ جو اپنے آپکو مجاہدین کے خطاب سے مخاطب و ملقب کرتے تھے انہوں نے بعد عہد سکھاں انگریزی گورنمنٹ سے بھی چھیڑ چھاڑ رکھی۔ ان کی امداد و اعانت کے جرم میں اسمٰعیل دہلوی کے چند مرید گرفتار ہوئے۔ اور ان پر مقدمہ چلا۔ اور وہ قید ہوئے۔ اسوقت کے انگریز منصفوں نے عموماً اور ڈاکٹر ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر نے خصوصاً اپنی تصانیف میں اسمٰعیل کا ذکر بھی کیا۔ اس ذکر میں انہوں نے ثابت کیا کہ اسمٰعیل دہلوی وہابیانِ نجد کا پیرو ہے۔ اور یہ گروہ باغی ہے۔ اسمیں یہانتک غلو کیا کہ لفظ وہابی کا مفہوم ہی باغی قرار دیا گیا۔ اسلئے ہندوستان کے وہابیوں کو سوائے اس کے اور کوئی تدبیر نہ سوجھی کہ اپنے آپکو نجدیوں سے بالکل الگ تھلگ ظاہر کریں۔

یہ امر محتاج ثبوت نہیں کہ اسمٰعیل دہلوی نے جو کچھ تعلیم دی اس کا سرچشمہ نجد ہی ہے۔ اگر احناف کی تصریحات کا اعتبار نہ بھی ہو تو خود مولوی ثناء اللہ صاحب بھی اس

حقیقت سے کنایۃً اقرار کر چکے ہیں۔ اور مرزا حیرت دہلوی نے اسمٰعیل دہلوی کی سوانحعمری موسومہ حیات طیبہ ان دنوں میں لکھی تھی جبکہ وہ خالص وہابی تھے۔ اسمیں انہوں نے صاف طور پر اس حقیقت کو تسلیم کر لیا ہے۔

نجدی حنبلی ہیں؟

اب باوجود حمایت ابن سعود کے پھر بھی کسی وقت یہ آواز سنائی دیتی ہے کہ نجدی مذہبی اعتبار سے مقلد حنبلی ہیں۔ اگرچہ یہ دعوای صراحۃً باطل ہے۔ وہ لوگ قطعاً حنبلی نہیں ہیں بلکہ متعات جو کتب تاریخ میں موجود ہیں وہ بتاتے ہیں کہ وہ حنبلی نہیں۔ بلکہ ان کا مذہب جدید تحریک ہے۔ جسکی ابتدا محمد بن عبدالوہاب سے ہوئی۔ یہ صحیح ہے کہ محمد بن عبدالوہاب سے پہلے نجد اور اس کے گرد و نواح کے لوگ حنبلی تھے۔ لیکن محمد بن عبدالوہاب کی نئی تحریک کے بعد اگر یہ سب لوگ حنبلی رہ گئے تو ہندوستان کے تمام غیر مقلدین بھی حنفی ہوں گے۔ کیونکہ اسمٰعیل دہلوی کی تحریک سے پہلے غیر مقلدین کا وجود ہندوستان میں مطلقاً نہ تھا۔

لیکن اگر بفرض محال یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ وہ واقعی حنبلی ہیں تو وہ مقلد ہوئے اور ہندوستان کے غیر مقلدین کے نزدیک تمام مقلدین خواہ وہ حنفی ہیں یا شافعی مالکی ہوں یا حنبلی، بدعتی ہیں۔ اور تقلید کو نہ صرف بدعت قرار دیتے ہیں بلکہ شرک فی الرسالۃ کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔ اور غیر مقلدین کے ایک رکن اعظم نے ایک چھوٹا سا رسالہ تصنیف کیا ہے۔ جس میں اس نے ایک فتویٰ صادر کیا ہے جس سے پایا جاتا ہے کہ بدعتی کافر ہیں۔ اور بدعتیوں کی حمایت اور امداد کرنیوالا بھی بے ایمان کافر وغیرہ ہے۔ (تکفیر المبتدعین مطبوعہ فیض آباد)

اس فتویٰ کے ہوتے ہوئے سمجھ میں نہیں آتا کہ ہندوستان کے غیر مقلدین کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ بدعتی مقلدوں کی حمایت کو فرض عین قرار دیکر بڑے شوق سے اس فتوے کی زد میں آ رہے ہیں۔ خیر اس معاملہ کو وہ خود سمجھیں اگر انہیں اس فتوے کی زد میں ہی آنے کا شوق ہے تو نجدیوں کو حنبلی بناتے رہیں۔ ورنہ صاف لفظوں میں اُسے غیر مقلد قرار دیکر اس کی حمایت کریں۔ ؎

دو گونہ رنج و عذابست جان مجنون را ٭ بلائے صحبت لیلیٰ و فرقت لیلیٰ

توجہ تالیف ہمارے غیر مقلد دوستوں نے اس بحث میں حدیث [illegible] پر خاص توجہ کی ہے۔ میرے سامنے اسوقت دو مضمون [illegible] ہیں۔ جن میں حدیث مذکور کے اثر سے نجدیوں کے بچانے کا ضروری فرض ادا کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

پہلا مضمون مولوی محمد شرف الدین صاحب معلم دہلی کا ہے۔ اور یہ مضمون [illegible] دوسرے کے مستند ہے۔ کیونکہ اس کو مولوی ثناء اللہ صاحب ایڈیٹر اہلحدیث نے یہانتک پسند کیا ہے اور اس قدر استحسان اور قبولیت کی نظر سے دیکھا ہے۔ اپنی تازہ تصنیف کردہ رسالہ موسومہ "تحریک وہابیت پر ایک نظر" کو اس مضمون کے اندراج سے زینت بخشی اور اس کو اس بحث میں کافی سمجھا ہے۔

دوسرا مضمون عبدالرحمن غلیس ساکن نظام آباد پنجاب کی طرف سے بعنوان "نجد سے قرن الشیطان" ۲۳ اکتوبر ۱۹۲۵ء کے اہلحدیث میں شائع ہوا ہے۔ اگرچہ دونوں مضامین کی غایت ایک ہی ہے۔ مگر موخر الذکر نے غریب حنفیوں پر خوب غصہ ظاہر کیا ہے۔ اور ایک خاص بات زائد لکھی ہے۔ اس لئے اس کا ذکر بھی ضروری ہے۔ موخر الذکر مضمون نگار صاحب آخر مضمون میں بڑی دھمکی دیتے ہیں کہ وہ ایک مشرح و مفصل مضمون شائع کرینگے جسمیں وہ دکھادینگے کہ حنفیوں کے بہائیوں نے کیا کیا فتنے برپا کئے۔ اور ان میں کتنے شیطان کے سینگ پیدا ہوئے مضمون نگار صاحب کو غیظ و غضب کے انتہائی نکتہ پر پہونچ جانے کی چنداں ضرورت نہیں۔ وہ پہلے اپنے شائع کردہ مضمون کا جواب سن لیں۔ اس کے بعد بڑے شوق سے اپنے غضب آلودہ ارادہ کو پورا کریں۔ انہوں نے ابھی جواب دینے والوں کی صورتیں نہیں دیکھیں۔ انشاء اللہ جواب بھی ایسا ملیگا کہ ہر شخص پکار اٹھیگا

تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بگھارتے
وہ ساری شیخی ان کی جھڑی دو گھڑی کے بعد

حقیقت آمیز بعلی اس مضمون نگار نے مطلب کی بات بہت تھوڑی لکھی ہے۔ مضمون تو پورے دو صفحوں میں ہے۔ مگر بحث حدیث میں صرف سوا کالم ہی ہے۔ ابتدا میں شیطان کے نامہ اعمال سے بھی

پوچھے کہ انہوں نے محض حنفیوں کو کوسنے پر خرچ کیا ہے۔ اور آخر میں بھی یہی کہا ہے
میں بھی یہ رائے لگا لگایا ہے کہ حدیث قرن الشیطان کے حکم میں صرف حنفی ہیں۔ خواہ
مخواہ کر دیا ہوں۔ اس ضمن میں بریلوی۔ لکھنوی۔ علیپوری وغیرہ سب کو گن گنا
مولوی دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں۔ دونوں مضمونوں میں حدیث کے
متعلق جو زائد اور قابل توجہ بات دوسرے مضمون میں ہے۔ اس کا جواب ہم
پہلے دیتے ہیں۔ غصہ سے بھرا ہوا مضمون نگار لکھتا ہے کہ :-

"میرے سامنے اسوقت سید احمد بن زینی دحلان[1] کا ایک رسالہ
الدرر السنیہ فی الرد[2] الوھابیہ ہے۔ اس میں منجملہ اور
مزخرفات کے اس شخص نے رسول اللہ صلعم کی ایک پیشگوئی لکھکر
اسکا مورد علامہ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ[3] علیہ کو بنا کر ہندوستان
کے اہلحدیثوں کو اس کے نقش قدم پر چلنے والا ثابت کر کے خوب
کوسا ہے۔ میں یہاں اس حدیث کو اصلی حالت میں پیش کروں گا
جسکو لیکر یہ لوگ ادھر اُدھر دکھاتے پھرتے ہیں۔ اور مارے خوشی
کے پھولے نہیں سماتے۔ (اہلحدیث ۲۳ اکتوبر صہ ۸ کالم ۲)

الزام تحریف

ناظرین! اس کو یاد رکھیں کہ مضمون نگار نے وعدہ کیا
ہے کہ وہ حدیث کو اصلی حالت میں پیش کریگا۔ بہت اچھا
اب سنئے اس کے بعد کیا کہتا ہے۔

"ناظرین کی آگاہی کیلئے حدیث کے الفاظ بیان کر کے بتایا جائیگا
کہ اس فرقہ رضائیہ[4] بریلویہ نے کس طرح حدیث شریف میں تحریف
اور تلبیس سے کام لیا۔" (اہلحدیث ؍؍)

اس عبارت میں مضمون نگار نے حدیث کے الفاظ بیان کرنے کے بعد یہ بتانے
کا وعدہ کیا ہے۔ کہ فرقہ رضویہ بریلویہ نے کس طرح تحریف و تلبیس سے کام لیا ہے

---

[1] سید احمد صاحب حنفی نہیں بلکہ شافعی المذہب بزرگ تھے۔ ۱۲ (راقم)
[2] نقل مطابق اصل (راقم)
[3] غلط کہتے ہو۔ لعنۃ اللہ علیہ کہو جو صحیح ہے (راقم)

تنبیہ مضمون نگار کی علمی لیاقت کا اندازہ اسی ایک لفظ سے ہو جاتا ہے اس بیچارہ کو اتنا بھی

ہم اس کی عقلمند اور ضرورت سے زیادہ قابل آدمی سے کو [illegible]
کہ بھلے آدمی رسالہ تو تمہارے سامنے سید احمد زینی دحلان کا ہے جسکا [illegible] پیان
کر آئے ہو۔ اور بخیال خود اس کا جواب لکھنے بیٹھے ہو۔ اور حدیث کو [illegible] حالت
میں پیش کرنیکا وعدہ کرتے ہو۔ تو فرقہ رضویہ بریلویہ سے اسکا کیا [illegible]
عرب کا رہنے والا شافعی المذہب محدث۔ اور علمائے بریلی بریلی کے [illegible] والے
حنفی۔ جب تمہیں مصنف کا حال ہی معلوم نہیں اور تم جانتے ہی نہیں کہ وہ کون
ہے۔ اور بریلوی کون ہیں۔ تو تمہیں جواب لکھنے کی جرأت ہی کیونکر ہوئی
دوسری بات مضمون نگار نے یہ بیان کی "فرقہ رضویہ نے حدیث میں
تحریف و تلبیس سے کام لیا۔" اسکو بھی ناظرین یاد رکھیں اور دیکھیں کہ [illegible]
کا نتیجہ کیا ہے۔

یاباں شعور اشوری یاباں بے نمکی

اس کے بعد مضمون نگار لکھتا ہے:۔

"واقعہ یوں ہے کہ صحابہ کے مطالبہ پر رسول اللہ ... صلعم نے شام
و یمن کے ملکوں کیلئے برکت کی دعا مانگی۔ اخیر میں عرض کیا گیا۔ یا
رسول اللہ نجد کیلئے بھی دعا کیجئے آپ نے اسکے جواب میں فرمایا۔
من هناك الزلازل والفتن ومنها يطلع قرن الشيطن۔
بیشک دعا تو کرتا ہوں۔ لیکن یاد رکھو اسی سمت زلزلے اور فتنے
اٹھیں گے۔ اور شیطان کا سینگ بھی اسی طرف سے چڑھتا ہے"
یہی حدیث ہے۔ جسکو لیکر کبھی شیخ محمد بن عبد الوہاب کے سر تھوپتے
ہیں۔ کبھی کسی متبع سنت کیطرف منسوب کرتے ہیں۔ اور کبھی کسی
اور کیطرف۔ (اہلحدیث ۲۰ ۷ ۱۱)

تحریف تلبیس

لیجئے صاحب! حدیث اصلی حالت میں پیش ہو گئی۔
مثل مشہور ہے۔ کہ الملوء یقیس علی نفسہ چونکہ وہابیہ
عام طور پر تحریف کرنے میں یہودیوں سے بھی سبقت لیگئے ہیں۔ اس لئے
ان کے خیال میں ساری دنیا ہی تحریف کرتی ہے۔ بھلے آدمی سے کوئی

پوچھے کہ تم نے فرقہ رضویہ بریلویہ کی تو کوئی تحریف نہ دکھائی۔ اور خود ترجمہ میں بھی ایسی تحریف کرنے سے نہ شرمائے جس سے محرفین یہود کو بھی تم نے مات کر دیا۔

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری چونکہ اخبار اہلحدیث کے مالک و مدیر ہونے کے علاوہ آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کے ناظم اعلیٰ اور باستثنائے وابستگان خاندان غزنویہ کے پنجاب بھر کے غیر مقلدین کے سردار ہیں۔ انہوں نے اپنا ایک فتویٰ آمین بالجہر کی تائید میں عرصہ ہوا شائع کرایا تھا۔ اس میں حدیث کے الفاظ حتی یسمع من یلیہ من الصف الاول کا یہ ترجمہ کیا تھا کہ (آمین کی آواز پہلی صف والوں نے سنی۔ حالانکہ صحیح مفہوم یہ ہے۔ کہ جو شخص حضورؐ کے ساتھ پہلی صف میں ملا ہوا تھا۔ اس نے سنا۔ تو جب ایک سردار اہلحدیث خود ایسی یہودیانہ تحریف کو باعث ثواب سمجھتا ہو اور ان کے مقدس مذہب کا دارومدار ہی تحریف پر ہو تو بھلا ان سے یہ شکایت کیوں ہو کہ انہوں نے اپنے نامہ نگار کی زبردست یہودیانہ تحریف پر اعتراض نہیں کیا۔

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ اب سنئے مضمون نگار جو دوسروں پر تحریف کا الزام لگاتا ہے۔ خود کس قدر بڑا زبردست محرّف ہے۔

حدیث زیر بحث

مضمون نگار نے اپنے وعدہ کے مطابق تو حدیث کو اصلی حالت میں پیش نہیں کیا۔ مگر ہم اس کی تحریف دکھانے سے پہلے حدیث کو یہاں نقل کر دیتے ہیں۔ تاکہ اصلیت بالکل منکشف ہو جائے۔ سنئے حدیث یہ ہے:۔

حدثنا علی بن عبد اللہ قال حدثنا ازھر بن سعد عن بن عون عن نافع عن ابن عمرؓ قال ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اللھم بارک لنا فی شامنا اللھم بارک لنا فی یمننا قالوا و فی نجدنا قال اللھم بارک لنا فی شامنا	حدیث بیان کی ہم سے علی بن عبد اللہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ازہر بن سعد نے اس نے ابن عون سے اس نے نافع سے اس نے ابن عمر سے کہا کہ ذکر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ برکت دے ہمارے لئے ہماری

اللهم بارك لنا فی یمننا قالوا یا رسول الله
وفی نجدنا قال فی الثالثة
هناك الزلازل والفتن وبها یطلع
قرن الشیطان (بخاری باب
قول النبی صلی الله علیه وسلم
الفتنة من قبل المشرق)

شام میں۔ اے اللہ برکت دے ہمارے
لئے ہمارے یمن میں۔ لوگوں نے کہا کہ
ہمارے نجد کے حق میں۔ تو فرمایا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے اے اللہ برکت
دے ہمارے لئے ہمارے شام میں
اے اللہ برکت دے ہمارے لئے
ہمارے یمن میں۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ
(صلے اللہ علیہ وسلم) اور ہمارے نجد میں (راوی کہتا ہے کہ) پس میں گمان
کرتا ہوں کہ تیسری بار میں فرمایا کہ یہیں زلزلے اور فتنے ہیں۔ اور یہیں
سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔"

اب ملاحظہ ہو کہ تحریف کا الزام دوسروں پر لگانے والے نے کتنی زبردست تحریفیں کی ہیں۔ سچ ہے ؎

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

(۱) الفاظ حدیث میں پہلی تحریف یہ کہ ھناك سے پہلے من بڑھا دیا۔ صرف اس لئے کہ ھناك سے مراد "اسی جگہ" اور من بڑھانے سے ترجمہ "اسی سمت" ہو جائے۔

(۲) یطلع سے پہلے حدیث میں بھا ہے۔ اور اس محرّف نے منھا لکھدیا ہے اصل مطلب تو یہ تھا کہ یہیں شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔ مگر من کے بڑھانے سے ترجمہ یوں کرنے کی جرأت ہوگئی۔ کہ شیطان کا سینگ بھی اسی طرف سے چڑھتا ہے۔ تین حدیث میں یہ دوسری تحریف ہے۔

(۳) و (۴) مندرجہ بالا دونوں تحریفوں کے ترجمہ میں تیسری اور چوتھی تحریف ہے۔

(۵) پانچویں تحریف ترجمہ میں لفظ "بھی" بڑھانے سے کی۔

(۶) چھٹی اور زبردست بیباکانہ جرأت سے یہ تحریف کی ہے کہ ترجمہ میں الفاظ "بیشک دعا کرتا ہوں" اپنی طرف سے لکھدیئے۔ حالانکہ الفاظ حدیث میں اسکا

مطلقاً ذکر تک نہیں۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نجد سے انکار کرنے سے صاف انکار ہے۔ اللہ اللہ کس قدر جرأت اور دلیری ہے کہ اذہلو۔ دعوئے عمل بالحدیث اور اتباع کتاب وسنت اور لقب اہل حدیث۔ مگر ایمانداری و دیانت یا بالفاظ دیگر نقیض ایمانداری و دیانت یہ کہ حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لفظاً ومعناً دونوں طرح سے بگاڑ کر محرفین یہود کی جانشینی کا فخر حاصل کیا جاتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کہئے حضرت مضمون نگار صاحب! آپ نے حدیث کو اصلی حالت میں پیش کیا اور ثابت کیا کہ احناف تحریف کرتے ہیں۔ کہئے پھر بھی کسی مضمون کے ذریعہ دنیا کو اپنا منہ دکھاؤ گے؟ شرم۔ شرم۔ شرم۔

شاید اردو خوان ناظرین فیصلہ نہ کرسکیں کہ مضمون نگار نے تحریف کی ہے یا نہیں۔ تو ہم اس کے سامنے مولوی ثناء اللہ کے رسالہ "تحریک وہابیت پر ایک نظر" کے صفحہ ۲۱ کو پیش کرتے ہیں۔ مولوی شرف الدین صاحب نے اس حدیث کا بالاختصار یہ ترجمہ کیا ہے۔

"آپ نے شام اور یمن کیلئے برکت کی دعا فرمائی تو لوگوں نے عرض کیا کہ ہمارے نجد کیلئے بھی دعا فرمائیے۔ آپ نے پھر شام اور یمن کیلئے برکت کی دعا کی تو لوگوں نے پھر وہی عرض کی کہ ہمارے نجد کے لئے بھی کیجئے تیسری مرتبہ آپ نے فرمایا کہ وہاں تو زلزلے اور فتنے ہونگے۔ اور قرن الشیطان یعنی شیطانی گروہ ظاہر ہوگا"

اس سے ناظرین اندازہ لگالیں کہ نظام آبادی مضمون نگار تحریف کرنے میں کس قدر جری ہے۔

کیا نجد عراق ہے

میرے سامنے جو دو مضمون ہیں۔ دونوں کے لکھنے والوں نے ایڑی چوٹی کا زور اس امر پر صرف کیا ہے کہ حدیث شریف میں جس نجد کا ذکر ہے وہ یہ نجد نہیں جسکا دارالخلافہ ریاض (ریاضہ) ہے۔ بلکہ اس سے مراد عراق ہے۔ اور لفظ عراق سے ہمارے امرتسری دوست مولوی ثناء اللہ صاحب وجد میں آکر حاشیہ

لکھتے ہیں کہ "یہ جس علاقہ میں بغداد ہے" یہ ظاہر ہے کہ عراق بہت مشہور ملک ہے۔ اور جنگ عظیم کے دوران میں تو بچہ بچہ اس ملک کے نام اور محل وقوع سے واقف ہو گیا ہے۔ اور یہ بھی سب جانتے ہیں کہ عراق میں بغداد نہ صرف مشہور ہے بلکہ دار الخلافہ ہے۔ پھر ایڈیٹر صاحب اہل حدیث کو وہ حالت میں آکر اس کے لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔

اصل وجہ اس کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ بغداد شریف میں چونکہ حضرت قطب الاقطاب غوث الثقلین جناب شیخ سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور امام الائمہ سراج الامۃ استاذ المحدثین راس الفقیہین جناب حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزارات مقدس بغداد میں ہیں۔ اس لئے ایڈیٹر صاحب اس دلی عداوت کے اظہار پر مجبور ہوئے جو گروہ وہابیہ کو آپ کی ذات مستجمع الصفات سے ہے مگر انشاء اللہ اسی مضمون کے مطالعہ سے ہمارے دوست کے وجد کا نشہ فوراً کافور ہو جائیگا۔ اور ثابت ہو جائیگا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے جس نجد کے حق میں دعا فرمانے سے انکار فرما کر اس میں زلزلے اور فتنے اور قرن الشیطان کے طلوع ہونے کی پیشگوئی فرمائی ہے وہ وہی نجد ہے جس کا دار الخلافہ ریاض ہے۔ اور جو ان کے ممدوح محمد بن عبد الوہاب اور موجودہ ابن سعود کا وطن ہے۔

نجد اور شیطان کا باہمی تعلق

قبل اس کے کہ میں دونوں مضمون نگاروں کے دلائل کی تنقید کروں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ایک خاص اور ضروری بات ناظرین کو بتا دوں وہ یہ کہ ہندوستان کے غیر مقلدین حدیث قرن الشیطان کے اثر سے نجدیوں کو بچانے کی لاکھ کوشش کریں۔ مگر خدا کو یہی منظور تھا کہ نجد اور شیطان کا تعلق ہمیشہ قائم رہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا وہ حدیث سے ظاہر ہے مگر امت محمدیہ میں معنی طور پر مسلم ہو گیا کہ شیطان اور نجد لازم و ملزوم ہیں۔ یہ اس طرح سے کہ شیطان کا لقب ہی شیخ نجدی مقرر ہو گیا۔ چنانچہ غیاث اللغات میں لکھا ہے کہ:۔

"شیخ نجدی۔ لقب شیطان است زیرا کہ چوں قریش براہ قتل

رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم جمع شدند ناگاہ شیطان بصورت
پیرے در آمد چوں پرسیدند کیستی گفت کہ من شیخم از ملک
نجد مے آیم و دریں مشورہ باشما شریکم۔ (از رشیدی و برہان)

یعنے شیخ نجدی لقب شیطان کا ہے۔ اسلئے کہ جب قریش بغرض قتل کرنے حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جمع ہوئے۔ تو شیطان ایک بوڑھے کی شکل میں آ گیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ تم کون ہو شیطان نے جواب میں کہا کہ میں شیخ ہوں۔ ملک نجد سے آیا ہوں۔ اور اس مشورہ میں تمہارے ساتھ شریک ہوں۔ صاحب غیاث اللغات نے اس کو کتاب رشیدی اور برہان سے نقل کیا ہے[1]۔"

اس سے ناظرین کو معلوم ہو گیا کہ مشیت ایزدی یہی تھی کہ شیطان اور نجد کا باہمی تعلق رہے۔ اب اس کا کوئی علاج نہیں۔ خلافی اخبارات اور ہندوستان کے سارے وہابی ملکر بھی زور لگائیں کہ یہ دھبہ نجدیوں کی پیشانی سے دور ہو تو وہ قطعاً کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا۔

لغوی تحقیق

اب ہم ان دلائل اور حجج کا جائزہ لیتے ہیں۔ جو ہمارے وہابی دوستوں نے اس مدعا کو ثابت کرنے کیلئے پیش کی ہیں۔ کہ نجد سے مراد عراق ہے۔ نظام آبادی صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"جن لوگوں نے نجد سے ملک نجد کو جسکا دارالخلافہ ریاض ہے مراد لیا ہے۔ انہوں نے سخت غلطی کھائی ہے۔ اور حقیقت سے دور جا پڑے۔ بلکہ نجد سے مراد "ملکیست میان حجاز وحجاز و میان بصرہ و مکہ کہ زمین آں بلند است" (غیاث)

سبحان اللہ! دعویٰ تو یہ کہ حدیث شریف میں جس نجد کا ذکر ہے۔ وہ مشہور نجد نہیں اور دلیل کیا! کچھ بھی نہیں۔ غیاث اللغات سے جو الفاظ نقل کئے وہ بھی صحیح نقل نہ ہو سکے۔ اسلئے کہ اگر صحیح عبارت غیاث کی نقل کرتے تو دعوے کے رد کا کام

---

[1] اگرچہ یہ واقعہ تمام کتب سیر میں موجود ہے۔ لیکن ہم نے غیاث اللغات کا حوالہ اس لئے دیا ہے کہ شیخ نجدی یعنے شیطان لغت کی حیثیت میں آیا ہوا ہے۔

دھوکہ دینے سے کام ہے۔ جو لوگ حدیث میں لفظی و معنوی تحریف کرنیکو عین ایمان قرار دیتے ہوں وہ اگر لغت کی کتاب کی عبارت میں تحریف کریں تو کوئی بڑی بات نہیں۔ غیاث اللغات عام لوگوں کے پاس موجود ہے اس میں دیکھ لیں اور مضمون نگار کی یہودیانہ تحریف کی داد دیں۔

اب ہم دکھاتے ہیں کہ غیاث اللغات میں کیا لکھا ہے۔

"نجد۔ بالفتح زمین بلند خلاف غور و نام ملکے از عرب میان حجاز و عراق و میان بصرہ و مکہ کہ زمین آں بلند است بہ نسبت یمامہ و حجاز"

اس کا مطلب یہ ہے کہ نجد اونچی زمین کو کہتے ہیں۔ اور ایک ملک کا نام ہے عرب میں سے جو حجاز و عراق اور بصرہ اور مکہ کے درمیان ہے کہ اس کی زمین بہ نسبت یمامہ و حجاز کے اونچی ہے۔

اس میں صاحب غیاث اللغات نے پہلے تو لفظ نجدی کے لغوی معنے بتائے ہیں کہ اونچی زمین کو کہتے ہیں۔ اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ نجد ملک ہے عرب میں سے اور اسکی حدود یہ بتائی ہیں۔ کہ محل وقوع حجاز اور عراق کے درمیان ہے۔ اور بصرہ و مکہ کے درمیان۔ پھر اسکی وجہ تسمیہ بتائی ہے کہ اسکا نام نجد اسلئے ہے کہ اسکی زمین بہ نسبت یمامہ اور حجاز کے بلند ہے۔

کہیئے اس سے یہ کیونکر ثابت ہوا کہ حدیث میں جس نجد کا ذکر ہے وہ یہ نجد نہیں جسکا دارالحکومت ریاض ہے۔ یہ تو وہی مثل ہوئی کہ کھانا کھاتے ہوئے ڈاڑھی ہلتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ زمین گول ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ نظام آبادی صاحب باوجود منشی فاضل کے امتحان میں کامیاب ہونے کے فارسی زباں اچھی طرح نہیں سمجھ سکتے۔ اس لئے ہم صاحب غیاث کا مطلب مثالوں سے سمجھا دیتے ہیں۔

(۱) مثلاً امرتسر کے لغوی معنی ہیں "آب حیات کا تالاب" کیونکہ امرت کے معنے آبحیات ہیں اور سر کے معنے تالاب۔ مگر ایک شہر کا نام بھی ہے جسمیں غیر مقلدین کے سردار کے اخبار اہلحدیث کا دفتر اور سکونت ہے۔ اور اس شہر کی حدود اربعہ یہ ہیں۔ مشرق میں ریاست کپورتھلہ و ضلع جالندھر۔ مغرب میں ضلع لاہور۔ شمال میں

میں ضلع سیالکوٹ۔ جنوب میں ضلع فیروز پور۔ تو اگر کسی لغت کی کتاب میں یوں لکھا ہو کہ امرتسر۔ آبحیات کا تالاب اور ایک شہر کا نام ہے۔ پنجاب میں جو ضلع سیالکوٹ و فیروز پور کے درمیان اور ضلع جالندہر اور لاہور کے درمیان ہے۔ اسمیں ایک تالاب ہے جسکو سکھ لوگ آبحیات کا تالاب سمجھتے ہیں۔ تو کہیے اس سے یہ کیوں کر ثابت ہوگا کہ کسی کتاب میں جو امرتسر کا ذکر ہے اس سے مراد امرتسر نہیں بلکہ سیالکوٹ یا فیروز پور یا لاہور یا جالندہر ہے۔

(۳) ملک پنجاب کی نسبت اگر کوئی شخص یوں لکھے کہ پنج آب پانچ دریاؤں کو کہتے ہیں۔ اور ایک ملک کا نام ہے۔ جو راجپوتانہ اور کشمیر کے درمیان ہے۔ اور سندھ سے اس کی حدود ملتی ہیں۔ اسکو پنجاب اسلئے کہتے ہیں کہ اس میں پانچ دریا ستلج۔ بیاس۔ راوی۔ چناب اور جہلم بہتے ہیں۔

دیکھئے اس میں پہلے پنجاب کے لغوی معنے بیان کئے گئے ہیں۔ پھر ملک پنجاب کا ذکر ہے۔ اس کے بعد اسکا محل وقوع بتایا ہے۔ پھر وجہ تسمیہ بیان کی ہے۔ اس سے اگر کوئی شخص اپنی کج فہمی سے یہ نتیجہ نکالے کہ سندھ یا راجپوتانہ یا کشمیر پنجاب ہے۔ اور جسکو لوگ پنجاب کہتے ہیں وہ پنجاب مراد نہیں۔ تو ایسے شخص کے حق میں سوائے اسکے اور کوئی بات مفید نہیں کہ وہ دار المجانین میں جاکر اپنے دماغ کا علاج کرائے۔

اسی طرح غیاث اللغات کی عبارت سے تو یہ ثابت ہوا کہ حجاز اور عراق کے درمیان اور مکہ و بصرہ کے درمیان جو ملک ہے اسکا نام نجد ہے۔ اور نجد اسلئے نام ہے کہ اس کی زمین بمقابلہ حجاز و یمامہ کے بلند ہے۔

جغرافیائی تحقیق

آجکل اسکولوں میں جغرافیہ خاص طور پر پڑھایا جاتا ہے۔ اور عموماً تعلیم یافتہ لوگ خواہ ان کی تعلیم کتنی ہی کم درجہ کی ہو اصطلاحات جغرافیہ سے واقف ہیں۔ اور مدارس میں غیر مقلد اساتذہ بھی ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ پنجاب کے تمام بڑے شہروں کے گورنمنٹ اور قومی مدارس میں تو درکنار امرتسر۔ لاہور کے اسلامی مدارس میں ضرور ہی گریجوایٹ ہوں گے ایسے ہونگے۔ جو اعتقاداً اہلحدیث یا حامیان ابن سعود ہوں۔ اسلئے ہم مناسب

سمجھتے ہیں کہ جغرافیائی حیثیت سے اس سوال کو حل کریں کہ نجد کہاں ہے۔ اور کس ملک کا نام ہے۔ اس کی ضرورت اسلئے بھی ہے کہ بعض حدیثوں میں نجد کا نام نہیں بلکہ صرف مشرق بتایا گیا ہے۔ اور حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلی مبارک سے مشرق کیطرف اشارہ کر کے فرمایا ہے۔ اور وہابیوں کا سارا زور اسپر ہے کہ معروف ملک نجد مدینہ سے مشرق کیطرف نہیں بلکہ مشرق کیطرف عراق ہے۔ جس میں بغداد شریف ہے۔ ذیل میں نقشہ ملک عرب کا ملاحظہ ہو۔

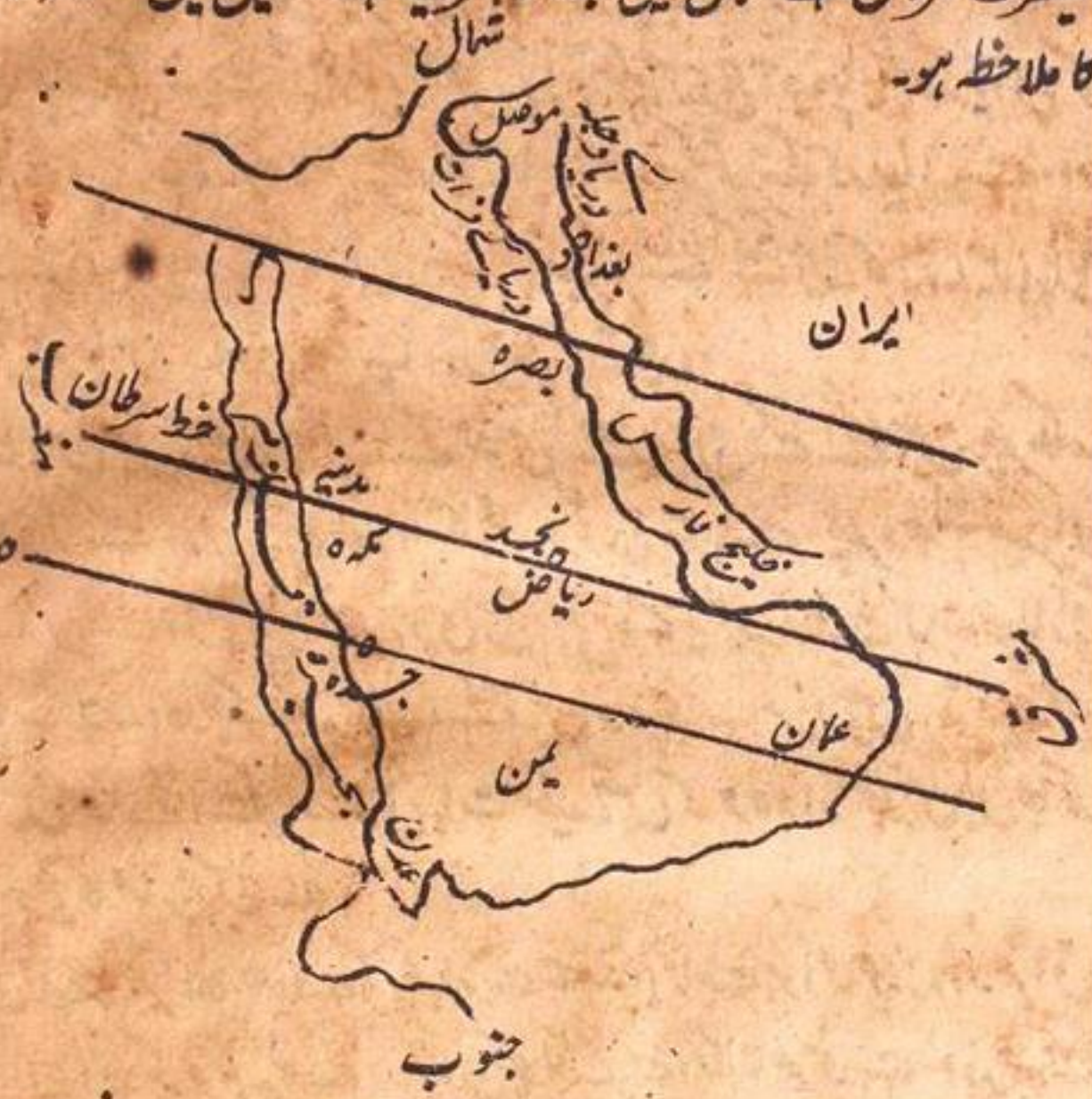

جغرافیہ دانوں سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ خطوط طول بلد شمالی اور جنوبی سمتیں دکھاتے ہیں۔ اور خطوط عرض بلد شرقی اور غربی سمتوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ دوسری اصطلاح اطراف کی بھی جغرافیہ دانوں سے پوشیدہ نہیں کہ شمال کے اصلی معنے بائیں طرف اور جنوب کے معنے دائیں طرف۔ اگر کوئی شخص مشرق کیطرف منہ کر کے کھڑا ہو تو دائیں کو جنوب اور بائیں ہاتھ کو شمال ہوگا۔

عرب والوں نے کعبہ مطہرہ کو ایک شخص فرض کر کے منہ مشرق کیطرف رکھا ہے

اور دائیں ہاتھ کی طرف جو ملک ہے اسکا نام یمامہ یا یمن ہے۔ اسلئے کہ وہ اس فرضی شخص یعنے کعبہ کے دائیں ہاتھ یعنے بسمت یمین ہے۔

حدیث زیر بحث میں شام یمن، اور نجد تینوں کا ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یمن بھی ایک خاص حصہ کا نام ہے۔ شام کا ذکر ہم اس لئے نہیں کرتے کہ وہ عرب میں شامل نہیں۔ اور نجد بھی ایک ملک کا نام ہے۔

ہم نقشہ سے اصلیت سمجھنے سے پہلے ایک ضروری امر کو بیان کر دینا لازمی خیال کرتے ہیں۔ جس کا ذکر نظام آبادی صاحب نے کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ

النجد ما ارتفع من الارض وھو اسم خاص لما دون الحجاز
مما یلی العراق (مجمع البحار)

یعنے حجاز کے علاوہ عراق کے متصل ملک کو نجد کہا گیا ہے۔ یہ حوالہ بھی ہمارے مفید مطلب اور وہابیوں کے خلاف ہے۔ نظام آبادی صاحب نے تو شان تحریفی کو قائم رکھنے کیلئے ترجمہ بہت بھونڈا کیا ہے۔ صحیح ترجمہ یہ ہے کہ نجد اس کو کہتے ہیں جو زمین سے اونچا ہو۔ اور وہ اسم خاص ہے۔ حجاز کے علاوہ اس ملک کیلئے جو عراق سے ملا ہوا ہے تو مطلب صاف ہے۔ کہ نجد کے لغوی معنے اونچی زمین کے ہیں۔ اور ایک ملک کیلئے یہ نام خاص ہے۔ اور وہ ملک حجاز کے علاوہ ہے۔ جو عراق سے ملا ہوا ہے۔ عراق سے اگر نجد کی سرحد ملتی ہے تو بہت اچھا بالکل ٹھیک ہے۔ تو اس سے یہ کیوں کر ثابت ہوا کہ عراق ہی نجد ہے۔ البتہ الفاظ ما دون الحجاز سے بعض چالاک اشخاص لوگوں کو یہ دہوکا دیتے ہیں کہ زمین عرب کے دو ہی حصے ہیں۔ ایک حجاز دوسرا نجد اور نجد ہی عراق ہے۔ مگر یہ دہوکا کئی وجوہ سے باطل اور صرف دہوکا ہے۔

اول یہ کہ اگر صحیح مانا جائے کہ ملک عرب کے دو ہی حصے ہیں ایک حجاز اور ایک نجد جو بقول وہابیاں عراق ہے۔ تو حدیث کی تغلیط اور تردید ہوتی ہے۔ کیونکہ حدیث کے الفاظ میں یمن کا ذکر ہے۔ اور یمن تیسرا حصہ عرب کا ہے اگر دہوکہ دینے والے کی بات کو صحیح سمجھا جائے تو یمن ہی نجد ہی ہوگا۔ حالانکہ حدیث اس کی تکذیب کر رہی ہے۔ یمن کیلئے تو حضور دعا فرماتے ہیں اور نجد کیلئے دعا

فرمانے سے بدینوجہ انکار فرماتے ہیں۔ کہ وہاں زلزلے اور فتنے ہیں۔ اور اسمیں شیطان کا سینگ نکلیگا۔ تو اگر یمن بھی نجد ہی ہوتا تو یہ بات ہی تعجب خیز ہوتی کہ ایک طرف تو یمن کیلئے دعا فرما رہے ہیں اور دوسری طرف دعا سے انکار۔ دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ عراق قطعاً جزو عرب نہیں۔ بلکہ عرب صرف تین حصوں میں ہے۔ حجاز۔ یمن اور نجد۔ اگر عراق کو بھی عرب میں شامل کر لیا جاوے اور اگر حجاز کے علاوہ باقی سارے عرب کو نجد کہتے ہیں تو یمن اور نجد اور عراق ایک ہی ملک ہوگا۔ حالانکہ یہ بداہتاً غلط ہے۔ نجد اور یمن کو حدیث کے الفاظ دو مستقل نام کے ملک بتلاتے ہیں۔

اب نقشہ کو لیجئے۔ ہم اوپر ظاہر کر چکے ہیں۔ کہ خطوط عرض بلد شرقی اور غربی سمتوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ اور جغرافیہ دان حضرات سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ عرض بلد کے کسی خط پر شرق سے غرب تک جو شہر آباد ہیں۔ ان کا عرض بلد ایک ہی ہے۔ اگر کوئی شہر ذرا بھی اوپر نیچے واقع ہے تو عرض بلد کے دقیقوں میں کچھ تفاوت واقع ہو جاتا ہے۔

مدینہ طیبہ خط سرطان پر بطرف شمال واقع ہے۔ اور دارالخلافہ نجد جسکو ریاض یا ریاضہ کہتے ہیں۔ ٹھیک اسی خط کے اوپر اتنے ہی فاصلہ پر واقع ہے۔ اسی خط سرطان پر بہت ہی تھوڑے فرق سے ہندوستان کے شہر کراچی۔ بنارس۔ اور الہ آباد واقع ہیں۔ اسلئے ان تمام شہروں کا عرض بلد قریباً قریباً مساوی ہوگا۔ اور مدینہ طیبہ کے عرض بلد سے اگر کسی شہر کا محل وقوع کسی قدر اونچا یا کسی قدر نیچا ہوگا تو اتنا فرق عرض بلد کے درجوں اور دقیقوں میں واقع ہوگا ہمارے سامنے اسوقت سابقہ اور حال کے دونوں نظام ارضی ہیں۔ سابقہ نظام ارضی غیاث اللغات میں زیر لفظ ہفت اقلیم درج ہے۔ مگر افسوس کہ اسمیں نجد کے سابقہ دارالخلافہ درعیہ کا نام یا نئے دارالخلافہ ریاض کا نام درج نہیں۔ اور جدید نظام ارضی کے متعلق ہمارے سامنے مسٹر جان برتھالامیو کی اٹلس مطبوعہ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس ۱۹۲۳ء کی موجود ہے۔ مگر اس کے فہرست طول بلد و عرض بلد میں مدینہ طیبہ کا نام درج نہیں۔ اور ریاضہ کا نام بھی نہیں لیکن نجد

کا عرض بلد لکھا ہے۔ اس لئے ہمیں ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ ہم ہر دو سابقہ اور حال کے نظام ارضی سے ان شہروں کا عرض بلد دکھائیں جو خط سرطان پر یا اس سے کس قدر بلندی یا پستی پر واقع ہیں۔

نظام ارضی سابقہ و حال

نام شہر	محل وقوع	عرض بلد سابقہ		عرض بلد مطابق نظام حال	
		درجہ	دقیقہ	درجہ	دقیقہ
مدینہ طیبہ	خط سرطان سے اوپر	۲۵	۸	۰	۰
نجد	دارالخلافہ خط سرطان کے اوپر	۰	۰	۲۳	۰
کرانچی	خط سرطان کے اوپر	۰	۰	۲۴	۵۰
بنارس	خط سرطان سے بمقابلہ کرانچی کے زیادہ بلند	۲۶	۰	۲۵	۱۵
الہ آباد	خط سرطان سے بمقابلہ بنارس کے کسیقدر اور بلند	۲۶	۵۲	۲۵	۲۲

اس سے ثابت ہوا کہ خط سرطان کے اوپر جو شہر آباد ہیں اور مدینہ طیبہ سے مشرق کیطرف ہیں۔ انکا عرض بلد مطابق نظام سابقہ ۲۵ سے ۲۷ درجہ تک ہے۔ اور مطابق نظام حال ۲۳ سے ۲۵ درجہ تک ہے۔ اب بصرہ اور بغداد کا عرض بلد ملاحظہ ہو

شہر	عرض بلد مطابق نظام سابقہ		عرض بلد مطابق نظام حال	
	درجہ	دقیقہ	درجہ	دقیقہ
بغداد	۳۸	۰	۳۳	۲۰
بصرہ	۳۰	۰	۳۰	۲۹

قط العمارہ جو بصرہ اور بغداد کے وسط میں ہے۔ اسکا نام نہ تو سابقہ نظام ارضی میں درج ہے۔ اور نہ نظام حال میں۔ لیکن نقشہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا عرض بلد مطابق نظام سابقہ ۳۴ درجہ یا کم و بیش اور مطابق نظام حال ۳۱ درجہ یا کچھ کم و بیش ہوگا۔

تو ان عقل مندوں سے کوئی پوچھے کہ عراق عموماً اور بغداد خصوصاً کس طرح

مدینہ شریف سے مشرق کیطرف واقع ہوا۔ بلکہ یہ ثابت ہوا کہ بصرہ تو مدینہ منورہ سے شمال مشرقی سمت کے قریباً ابتدائی کنارہ میں ہے۔ اور بغداد شریف شمال مشرقی سمت کے انتہائی مغربی کنارہ میں واقع ہے۔

ہمارے وہابی دوستوں کو چاہیئے کہ کسی غیر مقلد جغرافیہ دان مدرس سے تحقیق کر لیوے۔ اور اگر یہ تحقیق منظور نہ ہو۔ تو پھر غالباً آسان علاج یہ ہوگا کہ ابن سعود سے درخواست کریں کہ وہ ایک نیا نظام ارضی تیار کرے۔ اور نقشہ میں نجد کی جگہ عراق لکھدے۔ اور بغداد کی جگہ نجد۔ اور اسی نظام کو تمام یورپ و ایشیا و امریکہ کی سلطنتوں سے بزور شمشیر منوا لے۔

نقشہ کے مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ طیبہ سے نجد ٹھیک مشرق کیطرف ہے۔ دیکھیں ہمارے غیر مقلد دوست اسکا کیا جواب دیتے ہیں۔

اس کے بعد نظام آبادی صاحب لکھتے ہیں کہ

"قاموس میں لکھا ہے۔ النجد ما اشرف من الارض والطریق الواضح وما خالف الغور الی تہامہ وبضم جیمہ اعلاہ تہامہ والیمن واسفلہ العراق فی الشام وادلہ من جہت الحجاز فات عرق وارض ببلاد مہرۃ فی الیمن۔ یعنے سطح مرتفع کو نجد کہا جاتا ہے۔ یہ لفظ غور کے متضاد ہے تہامہ و یمن سے لیکر عراق تک اس کی حد ہے۔ ایک طرف حجاز دوسری طرف یمن کا انتہائی کنارہ ہے"

افسوس کہ قاموس میرے پاس نہیں ورنہ یہ بھی دیکھ لیا جاتا کہ حضرت محرّف صاحب نے اس کی عبارت میں تو کوئی تحریف نہیں کی۔ لیکن جو عبارت اس نے نقل کی ہے۔ اس کا ترجمہ صحیح نہیں کیا۔ یا تو اپنی عادت سے مجبور ہو کر تحریف کی ہے یا خیریت سے سمجھ ہی نہ سکا۔ مگر ہم ان کی تحریف کا راز کہاں تک منکشف کرتے جائیں اور کیونکہ ان کا اپنا لکھا ہوا ترجمہ بھی ان کے مخالف ہے۔ اسلئے ہم اسی کو قبول کرتے ہیں۔ اور عرض کرتے ہیں کہ حضور اس سے وہی ثابت ہوا جو ہم کہتے ہیں۔ پہلے نجد کے لغوی معنے ہیں "بلند زمین" پھر نجد کی حدود بتائی ہیں کہ تہامہ یمن سے لیکر عراق تک اس کی حد ہے۔ ایک طرف حجاز دوسری جانب یمن کا انتہائی کنارہ بالکل

ٹھیک "ہر کوشک آرد کافر گردد" واقعی تہامہ اور یمن کی حدود سے نجد شروع ہوتا ہے۔ اور عراق تک اس کی حد ہے۔ اس کے ایک طرف حجاز ہے۔ اور دوسری طرف یمن کا انتہائی کنارہ۔ تو آپ کو سوائے اس کے کہ "کوہ کندن وکاہ بر آوردن" کی مثل صادق آئے۔ اس سے کیا فائدہ ہوا۔ آگے چلئے فرماتے ہیں کہ

"اور سنئے صراح میں ہے۔ وکل ما ارتفع من تہامہ الی الارض العراق فھو نجد۔ یعنے تہامہ سے عراق تک مسطح مرتفع کا نام نجد ہے۔"

ہاں صاحب سن لیا تہامہ سے عراق تک جتنا ملک اونچی زمین کا ہے اسی کا نام نجد ہے۔ کس نے کہا نہیں۔ واقعی نجد تہامہ اور عراق کے درمیان اونچی جگہ ہے بتایئے آپکو ان اقتباسات نے کیا فائدہ دیا۔ کیا آپ ثابت کر چکے کہ نجد سے مراد عراق ہے۔

ہم نظام آبادی صاحب کو دوستانہ مشورہ دیتے ہیں کہ مضمون پریس میں بھیجنے سے پہلے کسی عربی دان کو دکھا لیا کریں۔ آگے آپکا اختیار

شروح حدیث

لغوی تحقیق کے بعد نظام آبادی صاحب نے شارحین حدیث کے دامن میں پناہ لینے کی کوشش کی ہے۔ اور مولوی شرف الدین کے مضمون میں شارحین حدیث کے اقوال پیش ہوئے ہیں۔ مگر ان دونوں مضمون نگاروں نے اپنے مذہب کے اصول کا خیال نہیں کیا۔ یہ لوگ ہمیشہ کہا کرتے ہیں کہ:۔

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفےٰ بر جان مسلم داشتن

اور یہ بھی کہا کرتے ہیں:۔

آنچہ نہ قال است نہ قال الرسول
فضل بود فضل مخواں اے فضول

اور یہ بھی کہا کرتے ہیں:۔

کسیکا ہو رہے کوئی عربی کے ہو رہینگے ہم

اور اس دعوے کو اتنا زبردست بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہ قول و فعل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حجت شرعیہ قرار نہیں دیتے اور کہتے ہیں کہ ہم رجال و نحن رجال وہ بھی آدمی تھے اور ہم بھی آدمی۔ مگر افسوس سے دیکھا جاتا ہے جب کوئی نزاع واقع ہوتی ہے تو یہ لوگ نہ تو قرآن شریف سے کوئی دلیل لا سکتے ہیں نہ حدیث سے۔ چنانچہ اسی بحث میں صحابہ کے قول و فعل کو حجت قرار نہ دینے والے بعض شراح حدیث کے قیاسی اقوال کو دلیل میں پیش کر کے کوران تقلید کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اگر ان کے دعوے اور مسلک کو دیکھا جائے تو بحث کا یہیں خاتمہ ہو جانا چاہیئے تھا۔ کیونکہ جب ان کے مسلک کے مطابق سوائے قرآن حدیث کے اقوال صحابہ تک کی ضرورت نہیں تو شارحین حدیث کے قیاسی اقوال کی کیا وقعت ہو سکتی ہے۔ تاہم میں ضروری خیال کرتا ہوں کہ اپنے حنفی بھائیوں کی آگاہی کیلئے مضمون نگاروں کے ان دلائل کا جائزہ بھی لے لیا جائے۔

چنانچہ نظام آبادی صاحب لکھتے ہیں کہ

"اب شارحین کی تحقیق سنئے۔ خطابی گفتہ۔ نجد من جھت المشرق ومن کان بالمدینۃ کان نجدہ بادیۃ العراق ونواحیھا وھی مشرق اھل المدینۃ۔ یعنے مدینہ والوں کے مشرق میں عراق ہے۔ اور نجد سے یہی مراد ہے۔ کرمانی نے بخاری کی شرح میں یوں لکھا ہے۔ من کان بالمدینۃ کان نجدہ بادیۃ العراق ونواحیھا وھی مشرق اھلھا ومراد بقرن الشیطان امت وحزب اوست۔

ناظرین! اس میں فارسی الفاظ ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نظام آبادی نے اپنی قابلیت سے یہ مضمون نہیں لکھا ہے۔ بلکہ کسی احمق کے تصنیف کردہ کسی رسالہ سے محض نقل کیا ہے۔ اور اس خیال سے کہ "نقل را چہ عقل" مضمون نگار معذور ہے۔ اسکو کیا معلوم کہ جس سے وہ نقل کر رہا ہے وہ صحیح ہے یا غلط۔ اگر یہی صحیح ہے تو وہ بیچارہ تحریف کے الزام سے بھی بری ہے۔ کیونکہ نقل کفر کفر نباشد۔

مذکورہ بالا اقتباسات کا ترجمہ کل نہیں کیا گیا دونوں حوالوں میں یہ ہے کہ جو شخص مدینے میں ہو اس کے مشرق میں عراق کا جنگل اور اس کے اطراف ہیں اور یہی مدینہ والوں کا مشرق ہے۔ سو واضح ہو کہ یہ بالکل غلط ہے۔ جب عراق مدینے سے مشرق کیطرف واقع ہی نہیں اور سمت مشرقی میں نجد ہے تو یہ کہنا مدینہ والوں کا مشرق عراق ہے۔ کسطرح صحیح ہو سکتا ہے۔ شارحین کی اس غلطی کے چند وجوہ ہیں۔

اول تو یہ کہ ان کو یقیناً صحیح سمت مشرق معلوم ہی نہ تھی۔ کیونکہ اگر وہ مدینہ طیبہ میں اسطرح کھڑے ہوں کہ منہ عراق کیطرف ہو تو دائیں ہاتھ کو نجد ہوگا یمن نہیں ہوگا۔ تو یمن کی وجہ تسمیہ بالکل غلط ٹھیریگی۔ اور ایسا ارادہ ہی باطل ہے۔

دوسرا یہ کہ شارحین کے وقت تک چونکہ قرن الشیطان نجد میں پیدا ہی نہیں ہوا تھا اسلئے انکو یہ مشکل تھی کہ نجد سے مراد کیا لیں۔ چونکہ عراق میں خوارج کا ظہور ہو چکا تھا اور واقعہ کربلا بھی عراق میں ہوا تھا۔ اسلئے انہوں نے سمتوں اور طرفوں کی لاعلمی کے باعث یہی سمجھ لیا کہ ہو نہ ہو عراق ہی مشرق کیطرف ہوگا۔ اور یہ بناء فاسد علے الفاسد ہے۔

محدثین حافظ حدیث تو ہوتے ہیں مگر فقہا کیطرح افقہ تو درکنار فقیہ بھی نہیں ہوتے۔ ان غریبوں کو کیا معلوم کہ نجد کس سمت میں ہے۔ اور عراق کس سمت میں۔ تعجب ہے غیر مقلدین کی سمجھ پر کہ فقہا کے فقیہانہ قیاس ماننے کو تو شرک فی الرسالت قرار دیں اور غیر فقیہوں کے غلط قیاس کو قبول کرکے کورانہ تقلید کے مرتکب ہوں۔ اور سردار اہل حدیث جیسے مولوی فاضل بھی اسی رو میں بہ جائیں اور لکھدیں کہ بغداد اسی علاقہ میں ہے۔

اس کے بعد نظام آبادی صاحب مندرجہ ذیل اردو عبارت کو علامہ عینی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

"چونکہ دجال مشرق سے نکلیگا اور اس کے خروج سے گوناگوں فتنے پیدا ہوں گے اس لئے حدیث کا مطلب نجد سے ملک عراق ہے"

قطع نظر اس کے کہ علامہ عینی کے قول کا یہ صحیح ترجمہ بھی ہے یا نہیں۔ ہمارے خیال کی اس سے تائید ہوئی۔ چونکہ ابھی قرن الشیطان کا نجد میں خروج نہیں ہوا تھا۔ اس لئے یہی قیاس کیا گیا کہ چونکہ عراق میں فتنے ہونگے۔ وجہ اسلئے نجد سے مراد عراق ہے۔ مگر چونکہ درحقیقت نجد سے مراد عراق نہیں اسلئے ایسا غلط قیاس قابل تسلیم نہیں۔

اس تحقیق میں مولوی شرف الدین صاحب کے مضمون کے ابتدائی حصہ کا جواب ہوگیا۔ جو رسالہ "تحریک وہابیت پر ایک نظر" کے صفحہ ۲۱ پر ختم ہوتا ہے اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مضمون کے بقیہ حصہ کا جائزہ لے لیں۔ اس کے بعد نظام آبادی صاحب کے مضمون کے آخری حصہ کا جواب دیا جائیگا۔

مولوی محمد شرف الدین صاحب اس بیان کی تائید میں کہ نجد سے مراد عراق ہے بطور شہادت تحریر کرتے ہیں کہ:-

"یہ مطلب مولانا احمد علی صاحب مرحوم حنفی سہارنپوری نے حاشیہ صحیح بخاری کے صفحہ ۱۰۵۱ جلد ۲ پر لکھا ہے۔ اور ایسے ہی فتح الباری و دیگر شروح وغیرہ میں ہے۔ نیز صحیح مسلم جلد دوم ص ۳۹۴ میں ہے کہ سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے عراق والوں تم چھوٹے چھوٹے گناہوں سے کیسے سوال کرتے ہو اور بڑے بڑے گناہوں کے مرتکب ہوتے ہو۔ پھر اپنے باپ عبد اللہ بن عمر سے مذکورہ بالا حدیث روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مشرق کیطرف اشارہ کرکے فرمایا۔ فتنہ اور شیطانی گروہ وہاں ظاہر ہوگا۔ اور تم ایک دوسرے کی گردنیں مارتے ہو۔ ص ۲۱ تا ۲۲

جس حدیث کیطرف حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے اشارہ فرمایا ہے۔ اس میں نجد کا نام نہیں۔ صرف مشرق کا نام ہے۔ ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں کہ مدینہ کے مشرق میں نجد ہے۔ عراق نہیں تو حضرت سالم کا مشرق سے عراق مراد لینا اجتہاد ہے۔ اور جبکہ یہ ثابت ہی نہیں ہوسکتا کہ عراق مدینہ طیبہ سے مشرق کی سمت ہے تو اسکو اجتہادی غلطی کہینگے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت

سالم کا خیال ہوگا کہ عراق مشرق میں ہے۔ علاوہ بر آں سوال یہ ہے کہ سالم بن عبداللہ تابعی تھے۔ صحابہ نہ تھے۔ اور یہی غیر مقلدین اپنے خیال کیخلاف صحابہ کرام کے اقوال کو بھی نہ جانتے ہوں تو تابعی کا قول بدرجہ ادنیٰ ناقابل حجت ہوگا۔ کیا ھم کالجبال ونحن رجال ان پر صادق نہیں آتا۔ بس اس بحث میں ضروری بات وہی ہے جو ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ سب سے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ مدینہ طیبہ سے مشرق کی سمت کونسا ملک واقع ہے۔ نجد یا عراق۔ اگر نجد ہے اور یقیناً نجد ہے۔ تو تمام اقوال اس کے خلاف تاکواقعی پر مبنی ہونگے۔ اور اگر مشرق کیطرف درحقیقت عراق ہے تو سب اقوال صحیح ہوں گے۔ بشرطیکہ کوئی ثابت کردے۔ کہ مشرق کیطرف عراق ہے نجد نہیں۔

تعجب ہے کہ جب حقیقتاً مشرق کیطرف نجد ہے۔ اور نجد مشہور ملک ہے تو خواہ مخواہ اس کی کیوں تاویل کی جائے۔ اگر کسی نے کوئی تاویل کی ہے تو کیوں قبول کیجائے۔ کونسی آیت قرآنی یا حدیث نبوی مجبور کرتی ہے کہ غلط قیاس یا غلط تاویل کو قبول کرو۔

اس کے حاشیہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے مولوی احمد علی صاحب مرحوم سہارنپوری کی عبارت درج کی ہے۔ جسکا اشارہ مولوی شرف الدین صاحب نے کیا تھا۔ اس عبارت کا پہلا اور آخری حصہ تو وہی ہے جسکا ذکر اوپر ہو چکا ہے البتہ ایک زائد بات بھی اس میں ہے جس کا جواب دینا ضروری ہے۔ وہ یہ ہے

قیل ان اھل المشرق کانوا حینئذٍ اھل کفر فاخبر ان الفتنۃ تکون من ناحیتھم کما ان وقعۃ الجمل وصفین وظھور الخوارج فی ارض نجد والعراق وما والاھا (ص۲۲)

بعض علماء نے کہا ہے کہ اس زمانہ میں اہل مشرق کافر تھے تو آنحضرت نے خبر دی کہ فتنہ ان کی طرف سے ہوگا۔ جیسا کہ جنگ جمل وصفین و خارجیوں کا ظہور نجد اور عراق اور اس کے اردگرد ہوا۔

یہ ترجمہ مولوی ثناء اللہ نے کیا ہے اسمیں تحریف کی ہے۔ کہ قیل کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ بعض علماء نے کہا ہے۔ حالانکہ یہ ترجمہ صحیح نہیں بلکہ قیل کا معنے صرف یہ ہے

کہ "کہا گیا ہے"

یہ استدلال کئی وجوہ سے باطل ہے۔ اور غیر مقلدین کیلئے مفید نہیں۔ اول یہ کہ قیل کا قائل چونکہ معدوم ہوتا ہے اور ثابت نہیں ہوتا کہ کس نے کہا ہے۔ لہٰذا جو قول قیل کے تحت میں ہو اس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ دوسرا یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں اگر اہل نجد یا اہل عراق کافر تھے تو سوال یہ ہے کہ واقعہ قرن الشیطان کافروں میں ہونیوالا تھا یا مسلمانوں میں؟ اگر کافروں میں ہونیوالا تھا تو خود مولوی احمد علی صاحب اس کا رد فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جمل و صفین کا واقعہ اور خروج خوارج ہوا۔ کیا جمل اور صفین کی لڑائی میں کسی طرف سے کافر تھے۔ اور کیا خوارج کافر تھے۔ اگر یہ سب لوگ مسلمان تھے تو یہ دلیل ہی بودی اور غیر ضروری ہے کہ اسوقت وہاں کے لوگ کافر تھے۔

تیسرا یہ کہ جب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے شام اور یمن کے حق میں دعا فرمائی تو نجد کیلئے دعا کی درخواست کرنیوالے مجلس نبوی میں کافر تھے یا مسلمان کافر تو ہو نہیں سکتے کیونکہ کافر کبھی اقرار رسالت نہ کرتے تھے۔ اور حدیث میں ہے کہ کہنے والوں نے "یا رسول اللہ" کہا۔ اور اگر مسلمان تھے تو بریقیناً مسلمان تھے تو نجد کے حق میں مسلمانوں کی درخواست پر حضور کا انکار فرمانا صریح دلیل اس بات کی ہے کہ قرن الشیطان کے زمانہ کیلئے کفر کی کوئی شرط نہ تھی۔ بلکہ مسلمانوں میں سے فتنہ اور قرن الشیطان کے طلوع کی خبر کا دینا مقصود تھا اس سے ثابت ہوا کہ کفر کا بہانہ درحقیقت ایک فضول اور ردی خیال ہے جس کی نہ تو کوئی اصلیت ہے نہ اس کا اعتبار۔

آؤ ہم دوسری حدیثوں سے دکھائیں کہ یہ خیال بالکل سراسر ناپاک غلط ہے کہ مشرق کے لوگ اسوقت کافر تھے۔ اور یہ بھی غلط ہے کہ ان کے اس وقت کے کفر کی بنا پر دعا سے انکار ہے۔

قبل اسکے کہ میں اور حدیثیں لکھوں۔ حدیث زیر بحث کے الفاظ پر غور کر لیا جائے حضور آقائے نامدار صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یطلع قرن الشیطان۔ یطلع صیغہ مضارع کا ہے۔ اور اسکا اطلاق حال اور استقبال دونوں زمانوں پر ہوتا ہے

نہ کہ ماضی پر۔ اس لئے ماضی کا تو ذکر ہی نہیں اور زمانہ حال بھی اس سے مراد نہیں لیا جا سکتا۔ کیونکہ جسوقت حضور نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے اسوقت کوئی قرن شیطان نہ موجود تھا۔ نہ طلوع ہو رہا تھا۔ تو لامحالہ زمانہ مستقبل ہی اس سے مراد ہوگا۔ اور جب زمانہ مستقبل مراد ہو تو اگر اس وقت (زمانہ حال) میں اس ملک کے لوگ کافر تھے تو ہوا کریں مستقبل پر اسکا کیا اثر ہو سکتا ہے۔

فافھم وتدبر ولا تکن من الجاھلین ÷

ہم اس مقام پر صحیح بخاری کی دو حدیثیں نقل کرتے ہیں۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جن فتنوں کی بابت حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی۔ وہ فتنے کفار سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ مسلمان کہلانے والے ان فتنوں کے بانی ہوں گے۔ اسلئے یہ خیال کہ بوقت انکار دعا بحق نجد وہاں کے لوگ کافر تھے بالکل لغو ثابت ہو جاتا ہے۔

(۱) حضرت علی کرم اللہ وجہ نے فرمایا:۔

سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول یاتی آخر الزمان قوم حدثاء الاسنان سفھاء الاحلام یقولون من خیر قول البریۃ یمرقون من الاسلام کما یمرق السھم من الرمیۃ لا یجاوز ایمانھم حناجرھم۔

سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ انہوں نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں ایک قوم ہوگی نوجوان اور احمق اچھی باتیں کہینگے (یعنے حدیث پڑھینگے) دین سے ایسے بھاگے ہونگے جیسے تیر اپنے نشانہ سے بھی آگے نکل جاتا ہے۔ ان کا ایمان ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ (یعنے ایمان کا دعویٰ محض زبانی ہوگا۔

(۲) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول یخرج فیکم قوم تحقرون صلاتکم مع صلاتھم وصیامکم مع صیامھم وعملکم مع عملھم یقرؤن القرآن لا یجاوز حناجرھم یمرقون من الدین کما

سنا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ تم میں سے ایک قوم نکلیگی جنکی نمازوں کے مقابلہ میں تم اپنی نمازوں کو اور جنکے روزوں کے مقابلہ میں تم اپنے روزوں کو اور ان

یمرق السھم من الرمیۃ۔

کے عملوں کے مقابلہ میں اپنے عملوں کو حقیر سمجھو گے۔ قرآن شریف پڑھیں گے۔ لیکن قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہیں اُترے گا۔ دین سے ایسے بھاگے ہوئے ہونگے۔ جسطرح کے تیر اپنے شکار سے بھی آگے نکل جاتا ہے۔"

کیسی صاف اور کتنی سچی پیشگوئی ہے۔ کون نہیں جانتا کہ ہمارے وہابی دوست لمبی نمازیں دکھا کر ہماری نمازوں کی کتنی تحقیر کا باعث ہوتے ہیں۔ اور اپنے اعمال کو صحیح اور ہمارے اعمال کو بدعت و شرک بنا کر ان کی تحقیر کا ذریعہ بنتے ہیں۔

کہئے یہ لوگ جنکی نسبت ان حدیثوں میں خبر دیگئی۔ کفار میں سے ہونگے یا مسلمان کہلانے والوں میں سے۔ اگر کفار میں سے ہیں تو یہ غلط ہے کیونکہ کفار نمازیں کیوں پڑھنے لگے۔ اور قرآن شریف کیوں پڑھنے لگے۔ اور اگر مسلمانوں میں سے ہیں۔ اور یقیناً ہیں۔ تو کس قدر لغو خیال ہے۔ کہ نجد کے حق میں جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کرنے سے انکار فرمایا اسوقت وہاں کے لوگ کافر تھے میں یہاں تک لکھ چکا تھا کہ میرے ایک دوست نے مجھے ایک ۱۶ صفحہ کا رسالہ عنایت فرمایا۔ جس کا نام "قبیلہ محمدی" ہے۔ یہ رسالہ کسی مولوی محمد صاحب کی تصنیف ہے۔ جو اجمیری دروازہ دہلی میں رہتے ہیں۔ اور اخبار محمدی کے مالک و ایڈیٹر ہیں۔ ایک اور اشتہار میرے کرمفرما دوست جناب منشی حفیظ الدین صاحب ناظم وفد انجمن خدام الصوفیہ متعینہ حلقہ ارتداد نے آگرہ سے بھیجا ہے۔ اس اشتہار کا لکھنے والا کوئی اکرام الدین ہے۔ اور اپنے آپکو حنفی لکھتا اور دہلی کا رہنے والا ہے۔

ہم ان دونوں تحریروں کو بھی اب ساتھ رکھکر لکھتے ہیں۔

قبیلہ محمدی میں عموماً وہی باتیں ہیں جنکا ذکر اوپر آچکا اور کچھ آگے آئیگا مگر ایک خاص بات بہ نسبت دوسرے مضامین کے اس میں زیادہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں جس نجد کا ذکر ہے وہ یہ نجد نہیں جسمیں محمد بن عبدالوہاب پیدا ہوا۔ بلکہ اس سے مراد یمن ہے۔ زیادہ زور اسی پر دیا ہے اور اس امر کو ظاہر

کرنے کے بعد لکھا ہے کہ :-

جس نجد کے سلطان اور لشکر سلطان اور محمد بن عبدالوہاب وغیرہ ہیں وہ نجد یمن ہے۔ جیسا کہ اوپر گذر چکا۔ اور یمن کی اور یمن والوں کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں ہیں منجملہ اسکے ایک تو وہی ہے جسے ہمارے معترضین پیش کیا کرتے ہیں۔ اسمیں صاف موجود ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یمن وشام کیلئے دعائے خیر و برکت کی۔ چونکہ یہ نجد بھی یمن میں داخل ہے۔ اسلئے اس مبارک دعا کے حقدار نجد بھی ہوئے۔ کیا مزے کی بات ہے کہ جس حدیث کو دشمنان نجد و اہل نجد انکی برائی کیلئے پیش کرتے ہیں در اصل وہ بھی انکی مدح اور بھلائی کے بیان میں ہے۔ ع جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے" (ص ۱۲)

ہاں صاحب! کیوں نہیں۔ نجدی تو ضرور حقدار ہونگے۔ کیونکہ اسمیں فتنے اور قرن الشیطان ہوگا۔ اسلئے وہ ضرور حقدار ہونے چاہئیں۔

پنجاب میں ایک مثل مشہور ہے۔ جسکو ہم بادلِ ناخواستہ یہاں نقل کرتے ہیں۔ کسی ضرورت سے زیادہ عقلمند کا قول ہے۔

"نین ترے راہ جاندے بھوری مینہ دے سنگ
جے واہ آویگی جھڑ پین گے ہگیں کی کیہڑے راہ"

یعنے اے راہ رو عورت تیری آنکھیں ایسی ہیں جیسے بھوری بھینس کے سینگ (خوف ہے کہ) اگر ہوا تیز چلی اور یہ جھڑ جائیں گے تو پاخانہ کس طرف سے خارج ہوگا"

بعینہ یہی حالت اس بیان کی ہے جو ضرورت سے زیادہ عقلمند دہلوی نے لکھی ہے۔ اگر حدیث شریف کا یہی مفہوم صحیح ہے جو اس عقلمند صاحب نے بیان کیا ہے تو یقیناً آنکھیں بھوری بھینس کے سینگ ہوگی اور پاخانہ خارج ہونے کی جگہ یہی سینگ یعنی آنکھیں ہونگی افسوس ع

آدمیاں گم شدند۔ ملک خدا ... گرفت۔

ہمارے وہابی دوست عام طور پر کہا کرتے ہیں کہ حدیث کو جیسا ہم لوگ سمجھتے ہیں ویسا کوئی نہیں سمجھتا۔ اور بعض اشقیا تو بڑی بے باکی سے یہ کہدیا کرتے ہیں

کہ ائمہ مجتہدین تو اہل الرائے ہیں انکو حدیث کی سمجھ کہاں۔ ایسے لوگ اپنے دہلوی بھائی کی حدیث فہمی کو دیکھیں اور داد دیں۔ تعجب ہے کہ کیوں ایسے لوگ مضامین حدیث پر قلم اٹھانے کی جرأت کرتے ہیں۔ جن کے دماغ میں فطرت نے فہم و ادراک کی ہوا تک نہیں پہنچنے دی۔

ہم ناظرین کو اس عقلمند کا ایک دوسرا بیان سناتے ہیں۔ جو مذکورہ بالا بیان سے پہلے ہے۔ وہ اسی رسالہ میں قلمبند کر چکا ہے۔

"ہماری مندرجہ بالا تحریر سے یہ تو بخوبی واضح ہو چکا ہے۔ کہ اس نجد سے مراد نجد عراق ہے۔ صحیح بخاری شریف میں حدیث ہے اھوے بیدہ کا قبل العراق یعنے نبی اللہ نے عراق کیطرف ہاتھ سے اشارہ کیا اور وہاں کی فتنہ پرداز قوم اور فتنہ پسند جماعت کا ذکر کیا۔" صفحہ ۱۰

ہمارے خیال میں ہمارے امرتسری دوست مولوی ثناء اللہ صاحب یا سیالکوٹی دوست مولوی ابراہیم میر صاحب اپنے اس عقلمند بھائی سے اگر اتنا پوچھ لیں کہ دروغ گو را حافظہ نباشد کا کیا مطلب ہے۔ تو امید ہے کہ ان کو وہ ضرور مطلب بیان کر دینگے۔

مقام غور ہے کہ صفحہ ۱۰ میں تو نجد سے مراد عراق لیگئی۔ اور صفحہ ۱۲ میں نجد سے مراد یمن۔ اب تا وقتیکہ پہلے خود ہی فیصلہ نہ کرے کہ اس کے دو متضاد خیالوں سے کونسا خیال صحیح اور کونسا غلط ہے۔ کسی کو جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ اذا تعارضا تساقطا کے اصول کو مدنظر رکھکر دونوں غلط اور ناقابل اعتبار۔

عراق کے متعلق تو ہم بالتفصیل اوپر ثابت کر آئے ہیں کہ نجد سے مراد عراق ہرگز نہیں۔ اور یمن کے متعلق بھی بالاجمال ہم نے جواب دیا۔ مگر یہاں ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ بالتفصیل جواب دیا جائے۔

جو شخص حدیث کا یہ مفہوم بیان کرتا ہے۔ جو دہلوی وہابی مولوی نے بیان کیا۔ وہ یقیناً رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے نہ صرف استہزا اور تمسخر کرتا ہے بلکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا (نعوذ باللہ من ذالک) رد کرتا ہے

(۱) اگر یمن کا نام ہی نجد ہوتا یا نجد سے مراد یمن ہوتا تو یہ امر حاضرین کو بھی معلوم ہوتا۔ اور وہ جانتے کہ یمن کے حق میں حضور دعا فرما رہے ہیں اور یمن نجدی ہے۔ نجد کیلئے دعا کی درخواست کرنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ لیکن جب انہوں نے نجد کے حق میں دعا کی درخواست کی تو ثابت ہوا کہ یمن سے مراد نجد ہرگز نہیں۔

(۲) اگر یہ کہا جائے کہ حاضرین یا شام یمن اور نجد والوں کو معلوم نہ تھا کہ نجد اور یمن ایک ہی ملک کے دو نام ہیں۔ اور یہ صرف حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اصطلاح تھی۔ کہ یمن اور نجد ایک ہی ملک ہے۔ تو اگرچہ یہ خیال محض قیاس فاسد ہے۔ تاہم بفرض محال تسلیم کر لینے کے بعد یہ جواب ہے کہ اگر یہ صحیح ہوتا کہ نجد اور یمن ایک ہی ملک کے دو نام ہیں تو حضور نہ تو انکار فرماتے اور نہ وجہ انکار میں فتنہ اور قرن الشیطان کا ذکر فرماتے۔ بلکہ صاف لفظوں میں ارشاد فرما دیتے کہ نجد کیلئے تو دعا کر رہا ہوں۔ نجد اسی یمن کا نام ہے۔ مگر حضور نے ایسا ارشاد نہیں فرمایا تو صاف ظاہر ہے کہ نجد اور یمن ایک ہی ملک نہیں ہے۔

(۳) جبکہ یہ ثابت ہے کہ نجد اونچی زمین کو کہتے ہیں۔ اور ملک نجد کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے۔ کہ وہ بہ نسبت حجاز اور یمن کے بلند ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ یمن بمقابلہ حجاز کے کسی سطح مرتفع پر واقع نہیں بلکہ حجاز اور یمن کی سطح مساوی ہے۔ تو دنیا میں کون ایسا احمق ہے جو یمن کا نام ہی نجد رکھدے۔

(۴) حدیث زیر بحث میں فتنہ اور قرن الشیطان کا ذکر ہے۔ اور صحیحین کی دوسری حدیثوں میں (جنکا ذکر آگے آئیگا) فتنہ اور قرن الشیطان کی جگہ مشرق کیطرف بتائی ہے۔ اور حضور نے مشرق کیطرف اشارہ کر کے فرمایا ہے اور یہ ثابت ہے کہ یمن حجاز سے مشرق کی سمت کو واقع نہیں بلکہ جنوب کیطرف ہے۔ اور وجہ تسمیہ بھی یمن کی یہی ہے۔ تو کس طرح تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ یمن ہی نجد ہے۔

حدیث عراق

مولوی شرف الدین صاحب نجد کو بخیال خود عراق ثابت کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:۔

"نیز کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال مطبوعہ حیدرآباد دکن جلد ۶ میں۔

مذکورہ بالا حدیث یوں وارد ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ اور

مدینہ کے صاع اور مد کے بارے میں برکت کی دعا کی۔ اور پھر شام اور یمن کیلئے دعاءِ برکت کی۔ تو ایک شخص نے عرض کی۔ حضورؐ ہمارے عراق کیلئے بھی دعا فرمایئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ وہاں تو شیطانی گروہ اور فتنوں کا ظہور ہوگا اور ظلم مشرق میں ہے۔ اور مسند عساکر کی حدیث میں یوں وارد ہے۔ کہ کسی نے عرض کیا کہ عراق میں ہمارا غلا اور حاجت ہے۔ اسکے لئے بھی دعا فرمایئے۔ آپ نے سکوت کر کے فرمایا کہ وہاں تو شیطانی گروہ اور زلزلے اور فتنے ہونگے!

(کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۶۴) (رسالہ تحریک وہابیت پر ایک نظر صفحہ ۲۳)

دہلی کے حنفی نما وہابی مسٹر اکرام الدین نے بھی کنز العمال کی جلد ۷ صفحہ ۱۶۴ سے ابن عساکر کی روایت لکھی ہے۔ اسلئے مندرجہ ذیل جواب کو دونوں کا مشترک سمجھ لیجئے!

کنز العمال کی حقیقت

قبل اس کے کہ ہم ان دونوں حدیثوں کی تنقید میں کچھ عرض کریں۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کے خیالات جو کنز العمال کے متعلق ظاہر ہو چکے ہیں یہاں درج کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ کیونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب پنجاب کے غیر مقلدین کے سردار ہیں۔ ان کا بیان اس ضمن میں غیر مقلدین کیلئے باعث دلچسپی ہوگا۔ اور اس بحث میں مفید ہوگا۔

اخبار اہل حدیث ۶ جنوری ۱۹۲۲ء کے پہلے صفحہ پر مولوی ثناء اللہ صاحب نے مرزا غلام احمد قادیانی کی نسبت ایک حدیث کے متعلق کچھ لکھا ہے۔ جسکا مفہوم یہ تھا کہ مرزا صاحب واضع حدیث ہیں۔ یعنے جھوٹی حدیث بناتے ہیں۔ جس حدیث کی بناء پر مولوی صاحب نے یہ لکھا تھا۔ وہ کتاب تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۷۳ کے حاشیہ پر ہے اس کا ماخذ کتاب کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۷۴ بتایا ہے۔ اس حدیث میں ایک لفظ دجال اور اس کے بعد جو الفاظ افعال کی صورت میں ہیں وہ بصیغہ جمع ہیں۔ اس سے مرزا صاحب قادیانی نے یہ استدلال کیا کہ دجال کوئی فرد واحد نہیں۔ بلکہ جماعت کا نام ہے۔ مولویصاحب نے اس مضمون کے آخر میں بعنوان لطیفہ یہ لکھا۔ کہ "چونکہ حدیث دراصل مرزا صاحب جیسے دنیاداروں کے حق میں تھی اس لئے مرزا صاحب نے اسکو بگاڑ کر پادریوں کے حق میں لگا کر ان کو دجال بنایا۔

اس دعوے میں مرزائیوں کو چیلنج دیا کہ اگر یہ حدیث انہیں الفاظ سے کسی کتاب

حدیث میں دکھادو تو ہم تین سو روپیہ انعام دیں گے"

اس پر مرزائیوں نے مطالبہ کیا کہ تین سو روپیہ جمع کراؤ۔ ہم حدیث کو انہیں الفاظ میں دکھا دیں گے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے ۲۰ جنوری ۲۲ء کے اہلحدیث میں روپیہ جمع کر دینے کا اعلان کیا۔ اور اپنے دعویٰ کی ان الفاظ میں تجدید کی۔

ناظرین کو یاد ہوگا کہ ۶ جنوری کے اہلحدیث میں ایک مضمون نکلا تھا جس میں ذکر تھا کہ مرزا صاحب قادیانی نے اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۷۳ پر ایک حدیث لکھی ہے۔ جس کے الفاظ یہی ہیں۔ یخرج فی اٰخر الزمان دجال یختلون الدنیا بالدین (الحدیث) اس میں رجال (را کے ساتھ ہے) جسکو مرزا صاحب نے اپنی فاسد غرض کی وجہ سے دجال (دال سے) لکھا ہے۔ محدثین کا زمانہ ہوتا تو ان کو واضعانِ حدیث راویوں میں لکھتے۔

ان کے مریدوں سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ یہ الفاظ حدیث کی کسی کتاب سے دکھا دو تو لدھیانہ کا تین سو روپیہ واپس لیلو (صفحہ ۴ کالم ۲)

مولوی ثناء اللہ نے بڑی غلطی کی کہ بغیر کنز العمال کے دیکھے ان الفاظ میں چیلنج دے دیا۔ بلکہ انہوں نے اصل حدیث کو مشکوٰۃ اور ترمذی میں دیکھکر یہ رائے قائم کرلی کہ مرزا صاحب نے خود (ر) کو (د) سے بدل دیا ہے۔ اگر وہ کنز العمال کو دیکھ لیتے تو یقیناً ان الفاظ میں ان کا چیلنج نہ ہوتا۔ بلکہ یہ ہوتا کہ مرزا صاحب فہم حدیث سے عاجز ہیں۔ اور ان کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ کسی کتاب میں اگر چھاپہ کی غلطی ہے تو ماخذ کو دیکھیں۔ یا انہوں نے دیدہ دانستہ ایک غلطی سے فائدہ اٹھا کر دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔ اگر ان کے مرید اصل حدیث میں لفظ دجال ثابت کر دیں تو ہم ان کو تین سو روپیہ انعام دیں گے"

اگر چیلنج ان الفاظ میں ہوتا تو مرزائیوں کو جرأت ہی نہ ہوتی کہ وہ مقابلہ پر آویں مگر مولوی ثناء اللہ صاحب کی غلطی نے ان کو ابھارا اور چیلنج منظور کر کے کنز العمال سے حدیث انہیں دکھانے پر آمادہ ہوئے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنی غلطی کی اصلاح اسطرح کی کہ چھاپہ کی غلطی اگر ہوگی تو میں ذمہ دار ادائیگی روپیہ کا نہیں۔ اسپر بڑی ردّ و کد ہوئی۔ مرزائی کہتے

تھے کہ ہم صرف چیلنج کے الفاظ کو منظور کر چکے ہیں۔ کوئی جدید شرط ہم کو منظور نہیں ہم مطالبہ کے مطابق حدیث انہیں الفاظ میں دکھانے کو تیار ہیں۔ مولویصاحب صحت حدیث کی شرط کو نہیں چھوڑتے تھے۔ اگرچہ انہوں نے بعد میں واضعانِ حدیث کی دو قسمیں بتائیں۔ ایک تو وہ جو خود حدیث اپنے پاس سے بنائے دوسرا وہ جو غلط حدیث کو غلط سمجھکر اس سے استدلال کرے۔ مگر نتیجہ کچھ نہ ہوا اور بڑی خط و کتابت کے بعد معاملہ مٹ گیا۔

یہ قصہ ہم نے اس ضرورت سے لکھا ہے کہ حدیث قرن الشیطان کے متعلق کنز العمال کا ذکر آگیا۔ اور تا وقتیکہ یہ قصہ بالاجمال یہاں درج نہ کر دیا جاتا۔ ناظرین کو اصل معاملہ کے سمجھنے میں دقت ہوتی۔

۳ مارچ کے اخبار اہلحدیث میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے ایک طویل مضمون لکھا۔ اس میں سے ہم وہ حصہ نقل کرتے ہیں جو کتاب کنز العمال کے متعلق ہے۔

آپ لکھتے ہیں کہ:۔

"کچھ شک نہیں کہ اس کتاب (یعنے کنز العمال) میں دجال (بالام) ہے اور مرزا صاحب نے اسکو نقل کیا ہے۔ مگر در اصل یہ لفظ ایسا صریح غلط ہے۔ کہ ایک ادنےٰ طالبعلم بھی اس کو استدلال میں پیش نہیں کر سکتا۔ اس دعوٰی پر پہلے اس کتاب کی اندرونی شہادت سنئے!

یہ کتاب دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن کی چھپی ہوئی ہے۔ مالک مطبع اسی جلد بلکہ ہر ایک جلد کے اخیر میں لکھتا ہے:۔

حیث ان النسخ المنقولۃ عنھا کثرت فیھا التصانیف والاغلاط ولم نجد نسخۃ جمع الجوامع والزیادات فلم نقدر علے التصحیح التام واصلاح البیاضات التی ترکت فی الاصل فالماحول فمن قدر علے ذلک ان یکملھا ویصححھا ولا یجعلنا ھدفا لسھام الطعن ھذا (ص ۳۳۴)

یعنے اس کتاب کے منقول عنہا (اصل نسخوں) میں بہت سی تبدیلیاں اور غلطیاں واقع ہوئی ہیں۔ اور ہمیں جمع الجوامع کا اور زیادات کا نسخہ بھی نہیں ملا ہے

لیے ہم اس کتاب کی پوری تصحیح نہیں کر سکے۔ اور نہ بیاضات متروکہ کو پورا کر سکے
اسلیئے امید ہے کہ جو شخص اسپر قدرت رکھے وہ اسکو پورا کرے۔ اور
صحیح کرلے۔ اور ہمکو ملامت کا نشانہ نہ بنائے۔ (اہلحدیث ۳ مارچ ۳۲ء
ص۷ کالم ۳)

اس کے بعد مولوی ثناء اللہ صاحب نے اسی ایک حدیث میں چار غلطیاں اس امر
کی شہادت میں پیش ہیں کہ کتاب کنز العمال میں غلطیاں ہیں۔

اب حدیث قرن الشیطان میں ان الفاظ کے متعلق جو مولوی شرف الدین صاحب
نے پیش کئے ہیں۔ ہم حق رکھتے ہیں کہ انہیں توجہ دلائیں کہ پہلے آپ اپنے سردار
اہلحدیث جنرل سیکرٹری اہل حدیث کانفرنس ایڈیٹر اخبار اہلحدیث سے نپٹ لیں اور فیصلہ
کریں کہ کنز العمال اس قابل ہے کہ اسکی بنا پر استدلال کیا جائے؟ خیر یہ تو انکی مرضی
ہے اپنے گھر میں فیصلہ کریں یا نہ کریں۔ لیکن تا وقتیکہ وہ پہلے اس کا فیصلہ نہ کرلیں
ان کو کنز العمال میں سے کسی حدیث کے پیش کرنے کا حق ہی حاصل ہے یا نہیں۔
تاہم ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اپنے حنفی بھائیوں کی واقفیت کیلئے اس پر مختصر
بحث کرلی جائے۔

بخاری اور کنز العمال کا مقابلہ

سب سے پہلے ہم مولوی شرف الدین صاحب سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ
تنقید حدیث کے متعلق اگر ایک ہی واقعہ حدیث کی دو مختلف کتابوں میں اتنا اختلاف رکھتا
ہو کہ ایک میں لفظ نجد ہوا اور دوسری میں لفظ عراق۔ اور ان دونوں کتابوں
میں ایک بخاری ہو اور دوسری صحاح ستہ میں سے بھی کوئی نہ ہو تو آپ کس کی روایت
کو صحیح سمجھیں گے۔ اگر آپ اس کا جواب یہ دیں۔ کہ بخاری مقدم ہے وہ اصح الکتب
ہے۔ اسی کا اعتبار ہوگا۔ تو معاملہ کا یہیں فیصلہ ہے۔ اس صورت میں آپ کنز العمال
کی حدیث سے استدلال کرنے میں غلطی کا اعتراف کریں۔ لیکن اگر آپ یہ جواب دیں
کہ بخاری کا کوئی اعتبار نہیں۔ کنز العمال کی حدیث صحیح ہے تو آپ اپنے علماء سے اس
جواب کی تصدیق کرادیں۔ تو اور کوئی مانے یا نہ مانے میں آپ کے قول کو آپ کے
علماء کی تصدیق کی بنا پر قبول کروں گا۔ کہ لفظ نجد جو بخاری میں ہے غلط ہے۔ اور

صحیح عراق ہی ہے۔

لیکن اس میں آپ کو پھر ایک مشکل کا سامنا پڑیگا وہ یہ کہ حدیث میں نجد صحیح ہو یا عراق۔ اور بھی کچھ ہے۔ وہ یہ کہ ھناک الزلازل والفتن وبھا یطلع قرن الشیطان تو دوسری صحیح حدیثوں کو دیکھنا پڑیگا جن میں نہ تو نجد کا نام ہے نہ عراق کا۔ مثلاً حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قام الی جنب المنبر فقال: الفتنۃ ھاھنا الفتنۃ من حیث یطلع قرن الشیطان او قال قرن الشمس (بخاری)

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ منبر کے پہلو میں کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ فتنہ یہاں ہے۔ جس طرف سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔ راوی کہتا ہے کہ یا فرمایا سورج کا سینگ!!

اگر قرن الشمس صحیح ہے تو مراد یہ ہے کہ جطرف سے سورج نکلتا ہے تو مطلب صاف ہے کہ مشرق مراد ہے۔

عن ابن عمر انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو مستقبل المشرق یقول الا ان الفتنۃ ھھنا من حیث یطلع قرن الشیطان (بخاری)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا اس حال میں کہ آپ کا روئے مبارک مشرق کیطرف تہا۔ یہ فرماتے ہوئے سنا کہ خبردار رہو کہ فتنہ یہاں ہے اسطرح سے کہ طلوع ہوگا سینگ شیطان کا!!

ایک اور روایت میں حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول وھو علے المنبر الا ان الفتنۃ ھھنا یشیر الے المشرق من حیث یطلع قرن الشیطان۔

سنا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے جبکہ وہ منبر پر تھے۔ کہ خبردار رہو کہ فتنہ اس طرف ہے۔ اشارہ فرمایا طرف مشرق کے اسطرح سے کہ شیطان کا سینگ طلوع ہوگا!!

اس مضمون کی اور بہت سی حدیثیں ہیں جنکو ہم بخوف طوالت درج نہیں کرتے۔ مگر مضمون اور مفہوم ان سب کا یہی ہے۔ کہ حضور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فتنہ اور قرن الشیطان کا ذکر فرماتے ہوئے مشرق کیطرف اشارہ فرمایا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرن الشیطان اور اسکا فتنہ مشرق کیطرف ہوگا۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے باب حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس فرمایا۔ ایک میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکلے تو فرمایا۔ ان سے معلوم ہوا کہ فتنہ اور قرن الشیطان کی پیشگوئی مدینہ طیبہ میں فرمائی۔ تو حاصل ان حدیثوں کا یہ ہوا۔ کہ مدینہ طیبہ سے جو علاقہ مشرق کیطرف ہے اسی میں فتنہ اور قرن الشیطان کا طلوع ہوگا۔ تو شام اور یمن کے حق میں دعا فرما کر جس ملک کے حق میں دعا فرمانے سے انکار فرمایا۔ اور اس میں فتنہ اور قرن الشیطان کا نشان بتایا۔ وہ ملک مدینہ طیبہ سے مشرق کی جانب ہوگا۔

ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں کہ مدینہ طیبہ سے مشرق کیطرف نجد ہے۔ اور ملک عراق ہرگز مشرق کی طرف نہیں ہے۔ اور ہم دعوے کرتے ہیں کہ خود نجد کے وہابی لاکھ ایڑی چوٹی کا زور لگائیں عراق کو مشرق کیطرف ثابت نہیں کر سکتے۔ تو نتیجہ یہ ہوگا کہ جس حدیث میں لفظ عراق ہے وہ غلط ہے اور جس میں لفظ نجد ہے وہ صحیح ہے رہی ابن عساکر کی حدیث جو مولوی شرف الدین اور مسٹر اکرام الدین نے پیش کی ہے۔ وہ بھی کنز العمال کے حوالہ سے ہے۔ جس کا احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں کوئی اعتبار نہیں ہو سکتا۔ فافہم۔

وہابیوں کی حرکات مذبوحی

اس کے بعد مولوی شرف الدین صاحب نے اسی کنز العمال سے دو حدیثوں کا ترجمہ بتایا ہے۔ پہلی حدیث یہ ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ عراق تشریف لیجانے لگے۔ تو کعب احبار نے انکو منع کیا اور کہا کہ وہاں تو نو حصے شر ہے۔ دوسری حدیث میں بھی یہی مضمون ہے۔ مگر اسمیں اتنا اور زیادہ ہے کہ کعب نے کہا کہ کل سخت عیب عراق میں ہیں۔" اور نافرمان ہیں۔ ہاروت ماروت اور شیطان نے انڈے بچے دے رکھے ہیں۔ مگر یہ دونو حدیثیں علاوہ اس نقص کے کہ کنز العمال جیسی غیر صحیح اور بقول مولوی ثناء اللہ صاحب

غلط کتاب کے حوالہ سے ہیں غیر متعلق ہیں۔ کعب احبار رضی اللہ عنہ کے نزدیک عراق میں نوجتے شر ہے تو ہوا کرے۔ وہاں نافرمان ہیں تو ہوا کریں۔ ہاروت ماروت اور شیطان نے انڈے بچے دے رکھے ہیں تو ہوں۔ اس کو حدیث انکار دعا بحق سے کیا تعلق؟ یہ قول صحابی ہے جو غیر مقلدین کی رو سے حجت نہیں۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی تصریحات سمتِ مشرق اور قرن الشیطان کا اس میں کوئی تعلق نہیں۔

بنو تمیم مصنف رسالہ قبیلہ محمدی اور مسٹر اکرام الدین دہلوی نے بنو تمیم کے فضائل کا بھی بیان کیا ہے۔ قریباً قریباً دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔ دلائل ایک ہی ہیں جو دونوں نے پیش کئے ہیں۔ اسلئے ہم صرف ایک کی تحریر نقل کرکے دونوں کا مشترکہ جواب تحریر کرتے ہیں۔ مسٹر اکرام الدین اپنے اشتہار میں لکھتے ہیں:۔

"اب ہم آپکو یہاں سے یہ بھی دکھانا چاہتے ہیں۔ کہ نجدی کون ہیں۔ اور انکے متعلق جناب رسالتماب صلعم کے احکامات صحیح حدیث سے کیا ہیں۔ نجدیوں کا سب سے بڑا مخالف شیخ دحلان لکھتا ہے۔ اصرح من ذلک ان ھذا المغرور محمد بن عبد الوھاب من تمیم (الدرر السنیہ فی رد الوہابیہ مطبوعہ مصر ص۳۵) یعنے صفائی کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہ مغرور محمد بن عبدالوہاب بنو تمیم ہے۔ علامہ سید علوی اپنی کتاب جلاء الظلام فی رد علی النجدی الذی اضل العوام میں لکھتا ہے۔ یہ مغرور محمد بن عبدالوہاب قبیلہ بنی تمیم سے ہے۔ مولوی قطب الدین عبدالوالی فرنگی محلی نے اپنی کتاب آشوب نجد میں حضرت علامہ محمد بن عبدالوہاب کو قبیلہ بنی تمیم سے مان لیا ہے۔ اور مولانا سید محمد سلیمان صاحب ندوی اخبار المتین دہلی میں ارقام فرماتے ہیں۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی قبیلہ بنی تمیم سے تھے ع عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد۔ اب جبکہ خود بڑے سے بڑے مخالفوں کی زبان سے یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ نجدی قبیلہ بنی تمیم سے۔ ہم بنی تمیم کے متعلق احکامات جناب رسالتماب صلعم پبلک کو دکھانا چاہتے ہیں۔

اس عبارت میں سید سلیمان ندوی کو محمد بن عبدالوہاب کے مخالفوں اور دشمنوں میں

شامل کر لیا ہے۔ حالانکہ ایسا لکھنے سے ندوی صاحب کی سخت توہین اور ہتک ہے ندوی صاحب تو خاندان محمد بن عبدالوہاب کے ایسے حامیوں میں سے ہیں۔ کہ ابن سعود کے تمام مظالم کو نہ صرف خود استحسان کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ بلکہ ہندوستان کے تمام مسلمانوں کو اس سے حسن ظن پیدا کرنے کیلئے مضامین شائع کر چکے ہیں۔ اگر وہ مخالفین کے زمرہ میں شامل ہیں تو مسٹر اکرام الدین بھی خاندان نجد کے ہواخواہ اور دوست نہیں ہو سکتے۔ خیر وہ جانیں اور ندوی صاحب ہمیں اس سے کیا۔

ہم مانتے ہیں کہ محمد بن عبدالوہاب قبیلہ بنو تمیم میں سے ہے۔ اس سے کسی کو انکار نہیں۔ مگر علامہ زینی دحلان اور علامہ سید علوی صاحبان نے اپنی تصانیف میں جہاں محمد بن عبدالوہاب کو بنو تمیم میں لکھا ہے۔ اس میں بنو تمیم کے متعلق بھی کچھ اور بھی مسٹر اکرام الدین کی یہ خیانت ہے کہ صرف اتنا تو لکھدیا کہ ان بزرگوں نے تسلیم کیا کہ نجد بنی تمیم ہے۔ وہاں ان کا فیصلہ بحق بنی تمیم نقل کر کے اسکا جواب نہیں دیا۔ خیر ہم ان کے فیصلہ کی تصریح کر دیں گے۔ پہلے بنو تمیم کے فضائل جو مصنف قبیلہ محمدی اور مسٹر اکرام الدین نے لکھے ہیں ملاحظہ ہوں:۔

صحیح بخاری کتاب العتق باب من ملک من العرب رقیقا میں ہے۔ عن ابی ھریرۃ قال لا ازال احب بنی تمیم یعنے ابوہریرہ سے مروی ہے کہ میں تو بنی تمیم سے ہمیشہ محبت کرتا رہا۔ رمعہ دو مزید سندوں کے ساتھ یہ حدیث شریف یہاں بیان ہوئی اور اسی کتاب اسی باب میں وارد ہے کہ عن ابی ھریرۃ قال ما زالت احب بنی تمیم منذ ثلث سمعت من رسول اللہ صلعم یقول فیھم سمعتہ یقول ھم اشد امتی علی الدجال قال وجاءت صدقاتھم فقال رسول اللہ صلعم ھذہ صدقات قومنا وکانت سبیۃ منھم عند عائشۃ رض فقال اعتقیھا فانھا من ولد اسمٰعیل۔

یعنے ابوہریرہ سے مروی ہے کہ میں برابر بنی تمیم سے محبت کرتا رہتا ہوں جب سے ان کے متعلق تین باتیں آنحضرت سے سنیں۔ آپ فرماتے تھے میری ساری امت میں بنی تمیم دجال کے بہت مخالف ہونگے۔ اور ایک بار ایسا ہوا کہ بنی تمیم کی زکوٰۃ آئی تو آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ یہ ہماری قوم کی زکوٰۃ ہے۔ کیونکہ بنی تمیم کا نسب

الیاس بن مضر میں آنحضور صلعم سے مل جاتا ہے) اور ان میں کی ایک عورت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس قید تھی۔ آپ (صلعم) نے فرمایا اس کو آزاد کر دے وہ حضرت اسمٰعیل کی اولاد ہے۔ اور یہی حدیث صحیح بخاری کتاب المغازی باب وفد بنی تمیم میں بھی اسیطرح آئی ہے۔ اور اسی طرح یہی حدیث صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل غفار و اسلم و جہینہ و مشجع و مزینہ و تمیم۔ اور دوسرے بھی سندوں کے ساتھ روایت کیگئی ہے۔ اور کتاب امام سیوطی کی مسالک الحنفا مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن کے صفحہ ۳۴ پر ہے:۔ عن عائشہ رض قالت قال رسول اللہ صلعم لا تسبوا تمیماً۔ اخرجہ وکیع فی کتاب الضرر۔ یعنے وکیع نے کتاب الضرر میں حضرت عائشہ رض سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تمیم کو برا مت کہو۔ و فی زوائد مسند البزار عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم و ذکر بنی تمیم فقال ھم ضخام الھام ثبت الاقدام انصار الحق فی اخر الزمان اشد قوماً علی الدجال۔ یعنے ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے کاندھوں پر دست مبارک مارا اور فرمایا کہ بنو تمیم کو برا مت کہو۔

الحاصل مخالف اور سخت سے سخت کٹر مخالف کی تحریر سے ثابت ہو چکا کہ نجدی بنی تمیم ہیں۔ اور بنی تمیم سے محبت رکھنا عین اسلام ہے۔ پس نجدیوں سے محبت رکھنا اسلام ہے۔ اب بھی اگر کوئی شخص بنی تمیم (نجدیوں) سے محبت نہ رکھے یا ان کی تعریف کی جگہ برائی کرے خدانخواستہ عداوت رکھے تو وہ بموجب ارشاد آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم دجال کا طرفدار ہے۔ فافہم و تدبر (اشتہار اکرام الدین)

اس حنفی نما وہابی پر ہم کیا افسوس کریں کاش جتنی محبت اس کو قرن الشیطان سے ہے اس کا عشر عشیر بھی رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے ہوتا تو شاید اس کی حصے میں بھی قسام ازل نے کچھ سعادت رکھی ہوتی۔ حدیثوں کو نقل کرتا ہے۔ مگر بجائے صلے اللہ علیہ وسلم کے صلعم لکھ رہا ہے۔ اگر کوئی صاحب یہ خیال کریں کہ شاید اختصار کو مدنظر رکھ کر ایسا کیا ہو۔ تو ایسا خیال صحیح نہیں ہو سکتا۔ اول اسلئے کہ نقل میں اختصار تخفیف یا زیادتی کسی صورت سے جائز نہیں۔ دوسرا اس

لئے کہ اگر اختصار مدنظر ہوتا تو پہلی حدیث لکھکر صحیح بخاری کے دونوں مقامات اور صحیح مسلم کا حوالہ دیکر مختصر کر دیتا۔ پڑھنے والے کو معلوم ہو جاتا کہ یہ حدیث ان دونوں کتابوں کے فلاں فلاں مقام میں ہے۔ مگر قرن الشیطان کی محبت نے مجبور کیا کہ خواہ مخواہ عبارت کو بڑا کر دیا جائے۔ ہاں اگر اختصار اور تخفیف مطلوب ہے تو صرف حضور رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے درود میں جائز ہے۔ ایسے لوگ لاکھ حنفیوں کے بھیس میں آئیں مگر تاڑنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ پوش من انداز قدت را مے شناسم

وہابیوں کا حنفی بننا بھی قرن الشیطان کے فتنہ کا اثر ہے۔ اس کو ہم آخر میں بالتفصیل بیان کریں گے۔ قارئین کرام منتظر رہیں۔

الزامی جواب

فرض کرو اگر دہلی میں ایک اور شخص پیدا ہو جاوے اور اکرام الدین اس کا نام ہو۔ اور مسٹر اکرام الدین مشتہر اشتہارات زیر بحث سے کہے کہ دیکھو صحیح بخاری صحیح مسلم۔ و دیگر صحاح ستہ بلکہ تمام مسانید و سنن میں قریش کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ اور یہاں تک کہ امامت بھی قریش ہی کیلئے مخصوص ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے قریش میں ہونے پر خوشی کا اظہار فرمایا۔ اور یہ دوسرا اکرام الدین پہلے اکرام الدین کو حدیث کی تمام کتابوں سے اس مضمون کی سب حدیثیں نکالکر دکھائے۔ اور پھر پوچھے کہ کیوں صاحب قریش واقعی واجب التعظیم ہیں۔ اور ان سے محبت رکھنا عین اسلام ہے۔ تو دوسرا اکرام الدین اس کا اقرار کرلے۔ پھر وہ کہدے کہ دیکھو اب تو تم قریش کی فضیلت کے قائل ہو گئے ہو۔ تو آیندہ تم ضرور ابوجہل سے محبت رکھا کرنا۔ خبردار اس کے حق میں برائی نہ کرنا۔ کیونکہ وہ قریش میں ہے۔ تو پہلا اکرام الدین جو جواب دوسرے اکرام الدین کو دیگا۔ وہی جواب ہماری طرف سے سمجھ لیوے۔ امید ہے کہ مسٹر اکرام الدین کی تسلی کے لئے اپنا ہی جواب کافی ہوگا۔

تحقیقی جواب

کسی قوم یا جماعت کی اگر تعریف ہو۔ اور وہ قوم یا جماعت واجب التعظیم واجب الاکرام ہو۔ تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس قوم کا اگر کوئی فرد برا ہو۔ اور اس کی برائی بیان بھی ہو چکی ہو۔ تو وہ باوجود اپنی برائی کے واجب التعظیم اور قابل اکرام سمجھا جائے۔ اس کو ہم مثالوں سے سمجھاتے ہیں۔ دیکھو اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم کی اولاد کے حق میں فرمایا۔ ولقد کرمنا بنی ادم۔ جس سے معلوم ہوا کہ بنی آدم کو خدا نے فضیلت دی۔ تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نمرود، شداد، فرعون، ہامان، ابوجہل، ابی بن خلف سب کے سب واجب التعظیم ہوں۔ وہ بنی آدم تو ہیں۔ مگر اپنی برائیوں، کفر، عداوت، رسل کی وجہ سے وہ قابل تعظیم نہیں۔ اور یہ بھی ساتھ ہی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کسی قوم یا جماعت کا کوئی فرد اگر برا ہو تو اس کی برائی کے سبب سے ساری قوم یا جماعت بری نہیں ہو سکتی۔ جناب آپ نے اس اصول کو مصنف قبیلہ محمدی نے تسلیم بھی کیا ہے۔ اور نتیجہ بھی نکالا ہے کہ جو برا ہے وہ اپنی برائی کے سبب اچھے قبیلہ میں بھی ہو تو برا ہے۔ اور کسی قوم میں اگر کوئی اچھا ہو تو وہی اچھا ہو گا۔ ساری قوم سے اس کو کوئی تعلق نہیں۔ اگر بنو تمیم کی فضیلت بیان کرنے والے اسی اصول کو اچھی طرح سے سمجھ لیں تو وہ امید ہے کہ محض قبیلہ بنو تمیم کی فضیلت کے بھروسہ پر قرن الشیطان کو اپنا ممدوح نہیں بنائیں گے۔ جبکہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی کھلی کھلی نشانیاں بھی فرما دیں ہیں۔ پس نتیجہ یہ ہوا کہ محمد بن عبد الوہاب اگر برا ہے تو اس کا قبیلہ بنو تمیم سے ہونا اس کے لئے قطعاً مفید نہیں۔ ساتھ ہی اس کے یہ بھی ہے کہ اس کی برائی کا الزام ساری قوم یا قبیلہ بنی تمیم پر عائد نہیں ہو سکتا۔ دیکھو سلیمان ابن عبد الوہاب جو اسی محمد بن عبد الوہاب کا حقیقی بھائی اور قبیلہ بنو تمیم کا ایک رکن تھا۔ اس کے الحاد زندقہ اور لامذہبی کا مخالف اور پکا مسلمان تھا۔ محمد بن عبد الوہاب نے اس کو قتل کرنے کا مصمم ارادہ کیا تو وہ غریب بھاگ کر مصر چلا گیا۔ اور اپنے ملحد اور لامذہب بھائی کے رد میں ایک کتاب لکھی۔ اور سید علوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب جلاء الظلام کے مضامین کا

ماخذ بھی زیادہ تر سلیمان بن عبد الوہاب ہی کی کتاب ہے۔ پس یہ اس تعظیم و تکریم کا مستحق ہے۔ جو بنو تمیم کیلئے ہے کیونکہ وہ مسلمان ہے۔ اور محمد بن عبد الوہاب چونکہ بحکم رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم قرن الشیطان ہے اسلئے اسکو بنی تمیم میں سے ہونا اسیطرح کوئی فائدہ نہیں دے سکتا جسطرح کہ ابو جہل کا قبیلہ قریش سے ہونا مفید نہیں۔

سید علوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسکو یعنی محمد بن عبد الوہاب کو بنو تمیم سے تسلیم کرنے کے ساتھ ہی یہ بھی تو لکھا ہے۔ کہ قرآن شریف کی آیت ان الذین ینادونک من وراء الحجرات الآیہ۔ بنو تمیم ہی کے حق میں وارد ہے۔ اس آیت شریفہ کے متعلق مفسرین نے لکھا ہے کہ بنو تمیم کے کچھ قیدی تھے۔ ان کو چھوڑانے کیلئے ان کے ایلچی حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ آپ دوپہر کے وقت آرام فرما رہے تھے ان لوگوں نے شور مچا دیا۔ کہ یا محمدؐ باہر آیئے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم جاگے اور باہر آسکے۔ تو انہیں بے ادبوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

لیکن اسپر بھی ہم یہ کب کہتے ہیں کہ بنو تمیم میں جو لوگ متقی صالح مومن ہیں وہ سب ..... بھی یا ساری قوم اس آیت شریفہ کے حکم میں داخل ہے۔ بلکہ بنو تمیم میں سے جن لوگوں نے بے ادبی کی۔ وہ بے ادب اور قابل ملامت ہیں۔ اسیطرح وہابیوں کا بھی کوئی حق نہیں کہ بنو تمیم کی فضیلت کے باعث قرن الشیطان کی حمایت کر کے قرن الشیطان بن جائیں۔

رہا یہ امر کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بنو تمیم کو اپنی قوم کہا۔ مگر قریش کو تو زبانی کہنے کی ضرورت نہ تھی۔ خود حضور علیہ السلام بنی قریش میں تھے۔ بنو تمیم کا نسب تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے الیاس بن مضر کے واسطے سے اولاد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے ملتا ہے۔ مگر حضرت سلمان فارسی کا نسب تو حضور سے ملتا ہی نہیں۔ وہ تو فارسی الاصل تھے۔ اسپر بھی جب حضور نے یہ فرمایا کہ سلمان منا اھل البیت۔ یعنے سلمان ہم میں سے ہے۔ اور ہمارے اہلبیت میں سے ہے۔ تو نتیجہ صاف ہے کہ اتقاء محبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اقرار و تصدیق توحید و رسالت باعث فضیلت ہیں، نہ کہ قوم اور یہی فرمان خداوندی ہے۔ وجعلنا کم شعوباً و

قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔

اہل نجد کی موہومی فضیلت

مصنف رسالہ قبیلہ محمدی نے اہل نجد کی فضیلت مگر موہومی فضیلت ثابت کرنے کیلئے جو واقعات لکھے ہیں۔ ان واقعات سے اہل نجد کی کوئی فضیلت وضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ البتہ اگر کچھ ثابت ہوتا ہے۔ تو وہ مصنف کی کوتاہ نظری اور فہم حدیث سے قصور ہے۔ یا زیادہ سے زیادہ خود غرضی اور تعصب

پہلا واقعہ تو یہ ہے کہ ایک نجدی مدینہ معظمہ میں گرفتار ہو کر آیا اور ایک ستون سے باندھ دیا گیا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ اب کیا مقصد ہے۔ اہل نجدی قیدی نے جواب دیا کہ آپ اگر مجھے قتل کرینگے تو میرا بدلہ لینے والے موجود ہیں۔ اور اگر آپ مجھپر احسان کرینگے تو میں احسان فراموش نہیں ہوں۔ احسان کا بدلہ دونگا۔ دوسرے دن بھی یہی واقعہ ہوا۔ تیسرے دن بھی یہی واقعہ ہوا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے خلاصی دینے کا حکم صادر فرمایا۔ تو وہ قید سے آزاد ہو کر نخلستان میں گیا۔ غسل کر کے واپس آیا تو کلمہ شہادت پڑھا۔ اور حضور کی تعریف کی اور محبت ظاہر کی پھر اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ عمرہ کی نیت سے نکلا تھا۔ اب عمرہ کروں یا نہ؟ حضور نے اس کو عمرہ کرنے کا حکم فرمایا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جواب دینے سے پہلے اسکو خوشخبری سنائی۔ پھر وہ مکہ شریف میں آیا۔ لوگوں نے اس کے مسلمان ہونے کا حال سنا ہوا تھا۔ انہوں نے اسے منافق بتایا۔ مگر اس نے اسلام کا اقرار کیا۔ اور کہا کہ تم دشمن رسول ہو۔ اب تم گیہوں کا منہ نہ دیکھو گے۔ جبتک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حکم نہ دیں گے۔ انہوں نے گیہوں کے ڈر سے اسے کچھ نہ کہا۔ مگر غلہ رک گیا۔ اور اہل مکہ تنگ آگئے۔ آخر رحمۃ اللعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے غلہ آیا۔" (خلاصہ مضمون ص۱۳ و ص۱۴)

اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد مصنف لکھتا ہے کہ!۔

"اے اہل نجد کو برا کہنے والو! کیا اس صحابی رسول کے دشمن بنکر خدا کے پیغمبر کے تم دوست کہلا سکتے ہو۔؟ (ص۱۴)

اس عقل مند سے کوئی پوچھے کہ صحابی رسول کا دشمن کون بنا۔ اور تم کن سے خطاب

کر رہے ہو؟ اور اس واقعہ سے تم نے اہل نجد کی کونسی فضیلت ثابت کی۔ جو لوگ محمد بن عبد الوہاب قرن الشیطان اور اس کے اتباع کے دشمن ہیں وہ کس قاعدے سے صحابی کے دشمن ہوئے۔ اور ایک نجدی کے مسلمان ہونے سے ... کل اہل نجد جن میں قرن الشیطان شامل ہے کس طرح فضیلت کو حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر تمہارے جیسے عقلمندوں کا یہ اختراع صحیح ہے تو تم ہی بتادو کہ تمہارے اس خیال کے ہوتے ہوئے کہ نجد سے عراق مراد ہے۔ اور عراق ہی میں قرن الشیطان کے طلوع کی خبر دی ہے۔ تو کیا تمہاری نسبت یہ فتویٰ لگ سکتا ہے کہ تم حضرت امام احمد بن حنبل۔ امام بخاری۔ امام مسلم اصحاب سنن جو تمہارے ہی اقرار کے مطابق سب عراقی الاصل ہیں۔ کیا تم سب عراقی الاصل لوگوں کے دشمن ہو۔ اگر واقعی تم ان لوگوں کے دشمن ہو اس لئے کہ تم قرن الشیطان کو عراق سے مخصوص کرتے ہو تو شاید تمہارا یہ خیال بھی صحیح ہو کہ قرن الشیطان کا دشمن خواہ مخواہ اس صحابی کا دشمن ہوگا۔ جسکا واقعہ تم نے لکھا۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ کہو اب بھی سمجھے یا نہیں۔ ع

جو اس پر بھی تم نہ سمجھے تو پھر تم سے خدا سمجھے

دوسرا واقعہ جو اس عقلمند نے بیان کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک نجدی حضور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور پوچھا کہ اسلام کیا ہے حضور نے جواب میں فرمایا "پانچ نمازیں"۔ اس نے پوچھا کہ ان پانچ نمازوں کے علاوہ تو اور کچھ نہیں؟ حضور نے فرمایا کہ فرض بھی پانچ ہیں۔ اور جو بڑھایا جائے وہ نوافل ہیں۔ پھر روزوں کا پوچھا اور زکوٰۃ کی نسبت سوال کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سب مسائل سمجھکر چلا گیا۔ اور یہ کہتا جاتا تھا کہ واللہ لا ازید علے ھذا ولا انقص یعنے خدا کی قسم نہ تو اسپر میں کچھ زیادہ کروں گا نہ گھٹاؤنگا۔ حضور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے جب یہ سنا تو فرمایا افلح ان صدق یعنے اگر اس نے سچ کہا تو خلاصی پائی۔ (ص ۱۴)

کہئے اسمیں اہل نجد کی کونسی فضیلت نکلی۔ فضیلت اگر کچھ ثابت ہوئی تو صدق کی جسپر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فلاح کا انحصار بطور شرط رکھا۔ یعنے اگر وہ سچا ہے تو خلاصی پائی۔ تو سچائی کی فضیلت سے سارے اہل نجد کی فضیلت کیونکر ثابت ہوئی۔

یہ ہے ان لوگوں کا علم اور فہم حدیث اور یہ نمونہ ہے ان کے فہم و فراست کا مگر حقیقت یہ ہے کہ لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اذان لا یسمعون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا اولئک کالانعام بل ھم اضل۔

نجد کی موہومی فضیلت مگر درحقیقت مذمت

نجد کی فضیلت کے عنوان کے تحت میں مصنف رسالہ قبلہ محمدی نے مسند بزار سے ایک حدیث نقل کر کے اپنی عقل مندی اور فہم حدیث کا مزید ثبوت پیش کر دیا۔ چونکہ اس نے صرف ترجمہ نہیں لکھا بلکہ حدیث کے الفاظ بھی لکھے ہیں۔ اسلئے ضروری ہے کہ ہم اس کو پورا نقل کریں۔ ملاحظہ ہو لکھتے ہیں کہ:

"عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال انکم ستجندون جنوداً فقال رجل یا رسول اللہ اخبر لی قال علیک بالشام فانھا صفوۃ اللہ من بلادہ فمن رغب عن ذالک فلیلحق بنجدہ فان اللہ تکفل لی بالشام واھلہ۔ ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب تم مختلف لشکروں میں بٹ جاؤ گے۔ ایک شخص نے کہا حضورؐ مجھے فرمایئے میں اس وقت کس لشکر میں رہوں۔ آپ نے فرمایا شام کے لشکر میں وہ بہترین ملک ہے اور خدا کے پسندیدہ بندوں کا مسکن ہے۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو پھر نجد کے لشکر میں مل جاؤ۔ اللہ تعالےٰ نے شام اور اہل شام کی تکفیل کی ہے۔ ص ۱۵ و ۱۶

قطع نظر اس کے کہ یہ حدیث باعتبار سند کے صحیح اور قابل اعتبار بھی ہے یا نہیں۔ نجد کی کسی طرح سے فضیلت ثابت نہیں کرتی۔ بلکہ ذرا غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نجد کی مذمت کیلئے یہ کافی دلیل ہے۔

مصنف نے اس کے ترجمہ کرنے میں یا تو غلطی کی ہے یا دیدہ دانستہ تحریف کی ضرورت پڑی۔ فمن رغب عن ذالک کا ترجمہ لکھتے ہیں کہ "اگر یہ نہ ہو سکے" حالانکہ اس کا ترجمہ یہ ہرگز نہیں بلکہ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ جو اس سے منہ پھیرے یا انکار کرے"

حدیث مذکور میں رغب کا صلہ عن سے موجود ہے۔ اور عربی دان جانتے ہیں کہ جب رغب کا صلہ عن سے ہو تو اس کا معنیٰ ہے منہ پھیر لینا۔ انکار کرنا چنانچہ ذیل کی مثالیں اس کے سمجھنے کیلئے کافی ہیں:۔

ومن یرغب عن ملۃ ابراھیم الا من سفہ نفسہ	اور کون ہے جو پھیرے منہ یا انکار کرے ملت ابراہیمی سے مگر جو احمق ہے اپنے آپ میں۔"
قال اراغب انت عن آلھتی یا ابراھیم	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ نے کہا، کیا تو منہ پھیرتا (انکار کرتا) ہے میرے معبودوں سے اے ابراہیم علیہ السلام!
من رغب عن سنتی فلیس منی	جس شخص نے منہ پھیرا یا انکار کیا میری سنت سے تو وہ مجھ میں سے نہیں۔"

پہلی دو مثالیں میں نے قرآن شریف سے دکھائی ہیں۔ اور تیسری مثال حدیث سے تو اس قاعدہ کو ملحوظ رکھکر ان الفاظ حدیث کا یہ مطلب ہوا کہ جس شخص نے اس سے (یعنے شام کے لشکر میں شامل ہونے سے) منہ پھیر لیا یا انکار کیا تو اسے چاہیئے کہ اپنے نجد سے ملے۔ نجد یہاں منوّا اور علی الاطلاق نہیں بلکہ مضاف ہے۔ ضمیر واحد غائب کیطرف جس کا مرجع من ہے۔ اس لئے یہ ملک نجد کیطرف اشارہ ہے جہاں کا باشندہ سائل ہے۔ اور وہی نجد مراد ہے۔ وہ ناپسندیدہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔

اس چھوٹے سے فقرہ کا سیاق اور سباق غور سے دیکھو۔ حضور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ملک شام ہی کی تعریف فرمائی اور شام کے لشکر میں شامل ہونے سے منہ پھیرنے یا انکار کرنے والے پر ایک عجیب پیرایہ میں نفرت اور نارضامندی کا اظہار فرمایا۔

مثلاً کوئی شخص ایک اچھا کام کسی کو بتاتا ہے وہ انکار کرتا ہے۔ تو ناراض ہو کر کہے کہ جاؤ کنوئیں میں۔ بھاڑ میں پڑو۔ ہم اس کی ایک مثال مولوی ثناء اللہ صاحب کے کلام میں دکھاتے ہیں:۔

سنہ ۱۹۲۲ء میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے چند مضامین لکھے جنکا عنوان تھا:-
"محمد علی کی بے وفائی"

امرتسر میں کچھ عرصہ سے ایک غیر مقلد مولوی صاحب آئے تھے۔ ان کا نام محمد علی تھا۔ ان سے کچھ بات چیت تھی۔ ان مولوی صاحب نے شاید اخبار اہلحدیث پر کچھ ناراضگی ظاہر کی تھی۔ یا بالفاظ دیگر ناپسند کیا تھا۔ اسپر مولوی ثناء اللہ نے انکو مخاطب کر کے لکھا کہ "اگر اخبار اہلحدیث پسند نہیں تو حنفیوں کا اخبار الفقیہ یا قادیان کا الفضل منگا لیا کرو"

اس سے بخیال مصنف "قبیلہ محمدی" مولوی ثناء اللہ صاحب کی رائے میں الفقیہ اور الفضل دونوں کی فضیلت ہے۔ اگر مصنف مذکور مولوی ثناء اللہ صاحب سے یہ منوالیں تو چلو ہم بھی انکی خاطر مان لینگے کہ حدیث مذکور میں نجد کی فضیلت ہے۔ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی تفصیل بیان کرنے والا یا منہ پھیرنے والا کسی صورت میں قابل تحسین نہیں ہو سکتا۔

قارئین کرام کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ دہوکا دینے کیلئے مصنف نے صحیح ترجمہ نہیں کیا۔ اگر وہ صحیح ترجمہ کرتا تو ہر ایک پڑھنے والا سمجھ جاتا کہ حدیث مذکور میں صرف ملک شام کی فضیلت ہے۔ اور جو شخص شام کے لشکر میں ملنے سے انکار کرے یا منہ پھیرے اس سے ناراضگی ظاہر فرمائی۔ اور اس کے بعد کا فقرہ بھی شہادت دیتا ہے کہ حضور نے شام ہی کی فضیلت بیان فرمائی۔ تو کون احمق ہے جو اس صریح حدیث کو نجد جیسے ملک کی فضیلت کیلئے پیش کرے جس کے حق میں رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمانے سے انکار فرمایا۔ اور فرمایا کہ وہاں زلزلے اور فتنے ہیں۔ اور وہاں شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔ امید ہے کہ اب مصنف مذکور آیندہ اپنے حواس درست کر کے قلم اٹھایا کرینگے آگے ان کا اختیار۔

علامات و نشانات قرن الشیطان

علامہ علوی حداد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب موسومہ "جلاء الظلام فی الرد علے النجدی الذی اضل العوام" میں بہت سی حدیثیں لکھی ہیں۔

جنمیں علامات و نشانات قرن الشیطان کا ثبوت ہے انمیں سے بعض کو ہم نقل کرتے ہیں جن سے یہ امر پایہ تصدیق کو پہنچیگا کہ قرن الشیطان یقیناً محمد بن عبد الوہاب نجدی ہے۔

پہلی حدیث یہ ہے:۔

وفی البخاری عن ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یخرج اناس من قبل المشرق یقرؤن القرآن لا یجاوز تراقیہم یمرقون من الدین کما یمرق السہم من الرمیۃ لا یعودون فیہ حتی یعود السہم الی فوقہ قیل ما سیماہم قال سیماہم التحلیق۔ جلاء الظلام ص۶

اور صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ (ایسے) لوگ نکلینگے مشرق کیطرف سے (جو) قرآن شریف پڑھتے ہونگے مگر قرآن ان کے حلقوں سے نیچے نہ اتریگا۔ دین سے ایسے بھاگینگے جیسے تیر اپنے نشانہ سے بھاگے۔ نہیں واپس آئیں گے (دین میں) تا وقتیکہ تیر اپنے چھوٹنے کی جگہ واپس نہ آئے۔ کہا گیا کہ ان کی نشانی کیا ہے۔ تو حضور صلعم نے فرمایا کہ ان کی نشانی سر مونڈھنا"

دوسری حدیث یہ ہے:۔

وفی المشکوٰۃ عن انس وابی سعید خدری رضی اللہ عنہما عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال سیکون فی امتی اختلاف فرقۃ قوم یحسنون القول ویسیئون الفعل یقرؤن القرآن لا یجاوز تراقیہم یمرقون من الدین مروق السہم من الرمیۃ لا یرجعون حتی یعود السہم الی فوقہ ہم شرار الخلق والخلیقۃ طوبی لمن قتلہم وقتلوہ یدعون الی کتاب اللہ ولیسوا منہ فی شیء من قاتلہم کان اولی باللہ منہم قالوا یا رسول اللہ ما سیماہم قال التحلیق رواہ ابوداؤد جلاء الظلام ص۶

اور مشکوٰۃ میں حضرت انس اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ قریب ہے کہ میری امت میں اختلاف واقع ہوگا ایک فرقہ اس میں ایسا ہوگا کہ باتیں تو اچھی کریگا مگر فعل برے ہونگے

قرآن شریف پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلقوں سے نہیں اتریگا۔ وہ دین سے ایسے بھاگیں گے۔ جیسے بھاگنا تیر کا نشانہ سے واپس (دین میں) نہیں آئیں گے جبتک کہ تیر اپنے چھوٹنے کے مقام پر واپس نہ آئے۔ وہ خلق اور مخلوق میں بہت برے ہوں گے خوشخبری ہے ان لوگوں کیلئے جو ان کو قتل کریں۔ یا ان کے ہاتھ سے مارے جائیں بلاتے تو ہیں کتاب اللہ کیطرف۔ حالانکہ ہم میں سے کسی شئے میں بھی نہ ہوں گے۔ جو شخص ان کو قتل کرے وہ خدا کے نزدیک بہتر ہوگا۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) ان کی نشانی کیا ہے۔ حضور نے فرمایا سر مونڈنا۔ روایت کیا اس حدیث کو ابو داؤد نے۔

دوسری حدیث کے مطابق تو نجدیوں کی پہچان میں شک وشبہ کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔ اور ہر ایک ایماندار کیلئے بشرطیکہ ایمانداری سے حدیث پر غور کرے صاف نتیجہ موجود ہے کہ جن لوگوں کا اس حدیث میں ذکر ہے وہ یقیناً محمد بن عبدالوہاب اور اس کے اتباع ہیں۔ یہ لوگ باتیں تو بہت اچھی کرتے ہیں جن سے بے علم اور جاہل لوگ ان کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ یعنی کہتے ہیں کہ ہمارا عمل کتاب اللہ و حدیث پر ہے۔ توحید وسنت کے نعرے لگاتے ہیں مگر افعال ہیں کافروں سے بھی زیادہ برے ہیں۔ بے گناہ مسلمانوں کو قتل کرنا۔ عورتوں کو ذلیل کرنا۔ بچوں اور بوڑھوں تک کو ان کی تلوار سے نجات نہیں ملسکتی۔ مسلمانوں کے مال کو لوٹ کر لشکری بانٹ لیتے ہیں۔ اور خمس اپنے بادشاہ کو جو قرن الشیطان کی اولاد اور قرن الشیطان ثانی ہے دیتے ہیں۔

لیکن ان سب علامتوں اور نشانیوں میں زبردست وہ علامت ہے۔ جو دونوں حدیثوں میں درج ہے۔ یعنے سیماھم التحلیق یعنے ان کی نشانی سر مونڈنا ہے۔

یہ یاد رہے کہ تحلیق کے معنے سر منڈوانا نہیں بلکہ مونڈنا ہے۔ کیونکہ تحلیق باب تفعیل سے ہے۔ جسکا خاصہ ہی یہ ہے کہ متعدی ہوتا ہے۔ یہ ایسی نشانی ہے کہ سوائے محمد بن عبدالوہاب کے کسی سے تعلق ہی نہیں رکھتی۔

علماء کرام کی رائے ہے اور صحیح رائے ہے کہ اور علامتوں سے اگر قطع نظر بھی ہو تو یہ نشانی ایسی زبردست نشانی ہے کہ متبعین محمد بن عبد الوہاب کے پاس اس کا جواب نہیں۔

عورتوں کا سر منڈوانا

یوں تو ہر ملک میں مرد حجامت بنواتے ہیں۔ مگر محمد بن عبد الوہاب ہر ایک مرد اور عورت کے سر منڈوانے کا حکم دیتا تھا۔ جو اس کے نئے مذہب باطلہ میں داخل ہوتا تھا۔ اس کے متعلق ایک عورت کا دلچسپ قصہ ہے۔ جو نہ صرف علامہ دحلان اور علامہ علوی نے لکھا ہے بلکہ تمام ان تصانیف میں ہے جو محمد بن عبد الوہاب کے ہمعصر حنبلی علماء نے لکھی ہیں وہ قصہ یہ ہے:۔

وکان محمد بن عبد الوهاب یامر ایضاً بحلق رؤس النساء اللاتی یتبعنه فاقامت علیه الحجة مرة امراة دخلت فی دینه وجدت اسلامها علی زعمه فامر بحلق راسها فقالت له لم تامر بحلق الرؤس للرجال فلو امرتهم بحلق اللحیة لساغ لك ان تامر بحلق رؤس النساء لان شعر الرؤس للنساء بمنزلة اللحیة للرجال فبهت الذی کفر ولم یجد لها جوابا۔ (خلاصة الکلام فی بیان امراء البلد الحرام مطبوعہ مصر ص ۲۳۵)

محمد بن عبد الوہاب ان عورتوں کا بھی سر منڈانے کا حکم دیتا تھا جو اس کا اتباع کرتی تھیں ایک دفعہ اس پر حجت قائم ہوئی اسطرح کہ ایک عورت اس کے دین میں داخل ہوئی اور اس نے اپنے زعم کے مطابق اس کے اسلام کی تجدید کی اور اس کے سر منڈنے کا حکم دیا۔ تو اس عورت نے کہا کہ تم مردوں کو سر منڈانے کا حکم کیوں دیتے ہو۔ اگر تم مردوں کو داڑھی منڈانے کا حکم دیتے تو البتہ تم عورتوں کو سر منڈانے کا حکم دے سکتے تھے۔ کیونکہ عورتوں کے سر کے بال مردوں کی داڑھی کے مقابلہ میں ہیں۔ پس مبہوت ہو گیا کافر اور اس کا کوئی جواب نہ دے سکا۔

عرصہ ۳۷-۳۸ سال کا ہوا کہ میں نے شہر آرہ میں ضعیف العمر لوگوں کی زبانی سنا تھا کہ پہلے پہل جب آرہ میں لوگ وہابی ہوئے۔ تو انہوں نے بھی اپنی عورتوں کے سر منڈوا دیئے تھے اور بعد میں ہندوستان کے وہابیوں نے اس رسم کو

غیر ضروری قرار دیا۔ مگر رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے جو علامت اس گروہ کی بیان فرمائی تھی وہ پوری طرح سے ظاہر ہو گئی۔

ایک اور علامت

جن علماء کرام نے قرن الشیطان نجدی کے رد میں کتابیں لکھی ہیں۔ انہوں نے بہت سی علامتیں اس طائفہ باغیہ کی کتب احادیث سے دکھائی ہیں۔ میں اس مختصر مضمون میں ان سب علامات کا درج کرنا باعث طوالت سمجھتا ہوں۔ صرف ایک علامت اور دکھا دیتا ہوں۔ مفصل جو صاحب دیکھنا چاہیں وہ کم از کم کتاب "جلاء الظلام" اور "خلاصۃ الکلام" دیکھ لیں۔ صاحب "جلاء الظلام" نے ایک حدیث نقل کی ہے ملاحظہ ہو:۔

روی عن العباس رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم سیخرج فی ثانی عشر قرنا فی وادی حنیفۃ رجل کھیئۃ الثور لا یزال یلعق براطہ یکثر فی زمانہ الھرج والمرج یستحلون اموال المسلمین ویتخذون دماءھا بینھم متجرا ویستحلون دماء المسلمین ویتخذون دماءھا بینھم مفخرا وھی فتنۃ یعتر فیھا الاذلون والسفل تتجاری بھم الاھواء کما یتجاری الکلب لصاحبہ جلاء الظلام ص۷

روایت ہے حضرت عباس ابن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ قریب ہے کہ نکلیگا بارہویں صدی میں وادی بنی حنیفہ ایک شخص سانڈ کی مانند جو اپنے ہونٹوں کو چاٹتا رہیگا۔ اس کے زمانہ میں قتل و خونریزی ہوگی۔ اور حلال سمجھینگے مسلمانوں کے مال کو اور زبردستی چھینیں گے۔ اور مسلمانوں کے خون کو حلال سمجھیں گے۔ اور بڑے فخر سے خون بہائیں گے۔ اور وہ ایسا فتنہ ہوگا کہ کمینے اور رذیل صاحب عزت بن بیٹھیں گے ان کی خواہشیں ان کے ساتھ ایسی لگی رہینگی جیسے کتا اپنے مالک سے لگا رہتا ہے۔"

اس حدیث کے متعلق ممکن ہے کہ کوئی شخص یہ کہدے کہ ضعیف ہے مگر قبل از وقت کسی حدیث کا موجود ہونا اور اس کے مطابق بالصراحت واقع ہونا اسبات کی دلیل ہے کہ گو باعتبار روایت کے اس میں ضعف ہو لیکن دراصل حدیث صحیح ہے محمد بن عبد الوہاب اور ان کے جانشینوں کی نسبت سب کو معلوم ہے کہ وہ ایک جنگجو قوم تو بنگئی لیکن ان کی تلوار نے کسی کافر کا گلا نہیں کاٹا۔ اور نہ کسی غیر مسلم

سلطنت پر انہوں نے خروج کیا۔ بلکہ ان کی تلوار مسلمانوں کا گلا کاٹتی رہی۔ اور ان کا دست طمع کسی غیر مسلم کے مال پر دراز نہیں ہوا۔ بلکہ مسلمانوں ہی کو لوٹا اور اب بھی قرن الشیطان ثانی نے طائف میں بیگناہ مسلمانوں کو قتل کیا۔ اور ان کے مال کو لوٹا۔ اور کہتے فخر سے قرن الشیطان مذکور نے خمس وصول کیا۔

اور محمد بن عبدالوہاب بارہویں صدی میں پیدا ہوا۔ اور خروج کیا۔ اور بارہویں صدی میں سوائے اس کے اور کوئی شخص ان علامات کا پیدا نہیں ہوا۔ اور لطف یہ ہے کہ حدیث کے یہ الفاظ کہ کمینے اور رذیل عزت پا جائیں گے۔ کس صفائی سے صادق آرہے ہیں۔ نجد میں بھی ارذلوں اور اسفلوں میں سے اس جماعت میں داخل ہوئے۔ اور ہندوستان میں کہار اور حجام لیڈر اور مفتی بنکر ان کی تائید کر رہے ہیں۔

کیا اب بھی کسی کو حدیث قرن الشیطان کا مطلب سمجھنے میں غلطی ہو گی۔ اگر اب بھی کوئی اس ضد پر اڑا رہے کہ اس حدیث کی رو سے نجد منبع فتن نہیں یا محمد بن عبدالوہاب قرن الشیطان نہیں تو وہ یقیناً رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرے گا۔ اور پھر اس کا ٹھکانا سوائے جہنم کے اور کہاں ہو سکتا ہے۔

اللھم احفظنا من شرور الاشرار

عمومیت اور خصوصیت

ہم نے خدا کے فضل و کرم سے وہابیوں کی تمام ہفوات و اہیات کا دندان شکن جواب دیدیا اور حدیث فتنہ نجد اور قرن الشیطان کی پوری شرح ہو چکی۔ مگر میاں نظام آبادی کے مضمون کے چند فقرات باقی ہیں۔ جنکا جواب دینا اگرچہ ضروری نہ تھا۔ کیونکہ بحث اتو الفاظ حدیث کے مفہوم کے متعلق تھی۔ وہ ختم ہو چکی۔ مگر ہم اسکا جواب محض اس خیال سے لکھدیتے ہیں کہ نظام آبادی صاحب ممکن ہے کہ اگر اپنی ضد اور ہٹ

ف ایک حدیث میں دو قرن الشیطان کی خبر موجود ہے۔ یعنی علامتوں کے باعث پہلا قرن الشیطان تو محمد بن عبدالوہاب ہے علیہ ما علیہ۔ اور دوسرا قرن الشیطان ابن سعود خذالہ اللہ ہے اور اسمیں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں (منہ)

کو چھوڑ کر غور کریں تو شاید ان کے حصے میں سعادت و ہدایت ہو۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

نظام آبادی صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"میں کہتا ہوں کہ اگر بنظر غور دیکھا جائے تو چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رأس الکفر نحو المشرق فرمایا ہے۔ خصوصیت سے قطع نظر اگر عمومیت کو ہی ملحوظ رکھیں۔ تو ہندوستان عرب کے عین مشرق کیطرف ہے۔ جتنے فتنہ گر کافر گر تفرقہ انداز ہندوستان میں ہیں۔ لاہور میں ہوں۔ بریلی میں علی پور میں ہوں لکھنؤ اور کانپور میں۔ ان سب لوگوں پر حدیث مذکور شامل ہے۔

ممکن ہے کہ وہابی ان فقروں کو پڑھکر خوش ہوئے ہوں۔ مگر ان کی خوشی محض بے سمجھی کے باعث ہے۔ عقلمند وہابی ہرگز ان فقرات سے خوش نہ ہوئے ہوں گے۔ مگر ان کی خوشی یا نہ خوشی سے ہمکو سروکار نہیں۔ ہم ان فقرات کو پڑھکر اس قدر محظوظ اور خوش ہوئے کہ بیان سے باہر ہے۔ اس لئے کہ نظام آبادی نے ان چند فقرات کو لکھکر اپنا رد خود کر دیا۔ اور ہماری تائید کر دی۔ اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔ انہیں اتنا بھی محسوس نہ ہوا کہ جنکا رد لکھ رہا ہوں انہیں کی تائید ہو رہی ہے۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

ہماری تائید فقرات میں کئی وجوہ سے ہے۔ ہم ان کو بالتفصیل بیان کرتے ہیں۔

(۱) نظام آبادی صاحب نے تسلیم کر لیا کہ حدیث قرن الشیطان میں جس فتنے کا ذکر ہے وہ فتنہ مشرق کیطرف سے ہوگا۔ اور اس کے متعلق دوسری حدیث کے الفاظ نقل کر دیئے جو ہم اپنے مدعا کے ثابت کرنے کیلئے لکھ آئے ہیں۔ اس سے ثابت ہو گیا اور نظام آبادی نے مان لیا کہ قرن الشیطان اور فتنے مشرق میں ہوں گے۔ اور چونکہ حدیث قرن الشیطان میں لفظ نجد وارد ہے۔ اور نجد مشرق میں ہے۔ لہذا وہ ساری بحث کہ اس سے مراد عراق ہے۔ ہباً منثاً ہو گئی کیونکہ عراق مدینہ منورہ سے مشرق کیطرف نہیں ہے۔

(۲) اول تو کسی نے لفظ نجد سے عمومیت کا خیال ہی نہیں کیا۔ جب رسول اکرم صلے اللہ

علیہ وسلم نے صاف طور پر نجد کے حق میں دعا نہ فرمائی۔ اور فرمادیا کہ یہاں فتنے اور قرن الشیطان طلوع ہوگا۔ تو کسی کو کونسی ضرورت لاحق ہوئی ہے کہ خصوصیت کو چھوڑ کر عمومیت کو ڈھونڈتا پھرے۔ وہابی البتہ حدیث کے اصل الفاظ چھوڑ کر کبھی تو نجد عراق کو بناتے ہیں۔ کبھی یمن کو۔ اسلئے ہمکو عمومیت کا مخاطب کرنا ان لوگوں کی نادانی اور سفاہت کی دلیل ہے۔

لیکن اگر نظام آبادی صاحب کو یہی منظور ہے کہ خصوصیت سے قطع نظر کرکے عمومیت کو ملحوظ رکھیں۔ اور ضرور ہی ہندوستان کو اس کا ہدف بنائیں تو ہم اس میں بھی اس کی تسلی کر دیتے ہیں۔

مگر پہلے ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ اس امر کی اور وضاحت ہو جائے کہ حدیث زیر بحث میں جس نجد کا ذکر ہے وہ وہی ملک ہے جس میں محمد بن عبدالوہاب پیدا ہوا اور جو معروف ملک ہے یا بقول وہابیاں عراق۔

اگر کوئی شخص مدینہ منورہ میں مشرق کیطرف منہ کرکے کھڑا ہو تو اس میں کچھ شک نہیں کہ ہندوستان مشرق کیطرف ہوگا۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑیگا کہ نجد بھی مشرق کیطرف ہے۔ تو ہمارا مدعا ثابت ہوا۔ اور اگر وہابیوں کا یہ قول صحیح ہے کہ نجد سے مراد عراق ہے اور عراق ہی مدینہ منورہ سے مشرق کیطرف ہے تو ہندوستان مشرقی سمت میں ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اس کیفیت کو ہم ایک خاکہ کھینچکر واضح کرتے ہیں۔

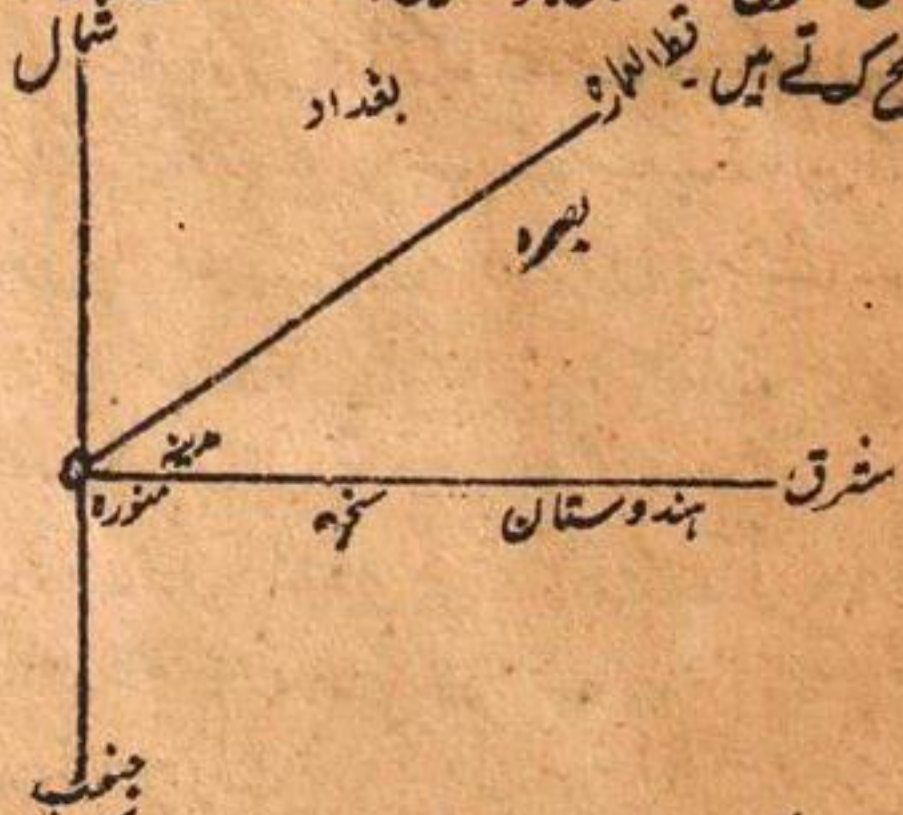

اگر عراق کو مشرق کیطرف سمجھا جائے اور مدینہ طیبہ سے ایک خط قط العمارہ کیطرف

کھینچا جائے جو عراق کے وسط میں ہے اور اسی خط مستقیم کو اور بڑھا دیا جائے تو وہ خط ایران سے ہوتا ہوا ایشیائی روس میں چلا جائیگا۔ اور ہندوستان اس خط کے نیچے کیطرح نہیں آسکتا۔

اب نظام آبادی صاحب دونوں شقوں میں سے سوچ سمجھکر مفید سمجھکر کوئی بھی شق اختیار کر لیں۔

اگر وہ ہندوستان کو مشرق کیطرف مان لیں تو مان لیں کہ نجد جو معروف ملک ہے مشرق کیطرف ہے تو اپنے اس دعوے سے دستبردار ہوں کہ نجد عراق ہے اور عراق مشرق کیطرف ہے۔ اور اگر وہ عراق ہی کو مشرق میں سمجھتے ہیں اور اپنے دعوے سے دستبردار نہیں ہوتے تو ان کا یہ بیان کہ ہندوستان مشرق کیطرف ہے بالکل لغو اور بیہودہ ٹھیرا۔

دو گونہ رنج و عذاب ست جان مجنون را بلائے فرقت لیلیٰ و صحبت لیلےٰ

لیکن چونکہ ہم اس کے قائل ہیں اور امر واقعہ بھی یہی ہے کہ نجد اور ہندوستان مدینہ طیبہ کے مشرق کیطرف ہیں۔ اس لئے ہم بڑے زور سے کہتے ہیں کہ ہندوستان کے ان لوگوں پر حدیث زیر بحث شامل ہے جو قرن الشیطان کے حامی ہیں۔ خواہ وہ مبارک پور کے ہوں یا منحوس پور کے صادق پور سے ہوں۔ یا کاذب پور کے آرہ کے ہوں یا تیشہ کے۔ دہلی کے ہوں یا جناگڑھ کے"

نظام آبادی صاحب نے جن لوگوں کا ذکر کیا ہے۔ جو لاہور کے ہوں یا بریلی کے، علی پور کے ہوں یا لکھنؤ کانپور کے۔ وہ سب کے سب یک زبان ہو کر شیطان اور اس کے قرن دونوں پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرتے ہیں۔ تو وہ اس حدیث میں کیونکر شامل ہو سکتے ہیں۔

(۳) نظام آبادی نے ان فقروں میں احناف کرام رحمہم اللہ پر تفرقہ کا الزام لگایا ہے۔ مگر افسوس کہ ان لوگوں کو ایسا لکھتے ہوئے شرم بھی نہیں آتی۔ ظاہر ہے کہ جب نجد سے قرن الشیطان کا مذہب بذریعہ اسمٰعیل دہلوی اس ملک میں آیا تو تفرقہ شروع ہوا۔ اگر یہ ملعون مذہب یہاں نہ آتا تو کوئی تفرقہ نہ ہوتا۔ تو تفرقہ کا الزام حنفیوں پر کیسے ہوا۔ آج بھی اگر تمام متبعین قرن الشیطان راہ راست پر آجائیں

اور دیندار مسلمان بنجائیں۔ اور اہل سنت کے چاروں طریقوں سے کسی طریق میں شامل ہوجائیں تو کوئی تفرقہ باقی نہ رہیگا۔ تعجب ہے کہ جو لوگ خود ایک نیا مذہب لیکر فتنہ پیدا کریں۔ وہ تفرقہ کا الزام تیرہ صدیوں کے مسلمانوں پر لگائیں خدا ان لوگوں کو ہدایت کرے۔ مگر ہدایت بھی اسی کے مقدر میں ہوتی ہے جو ختم اللہ علے قلوبھم و علے سمعھم و علے ابصارھم غشاوۃ کی حد تک نہ پہنچے ہوں۔

قرن الشیطان کی وجہ تسمیہ

ہم بحمد اللہ اپنے غیر مقلد دوستوں کے جواب سے سبکدوش ہوگئے لیکن ایک ضروری امر باقی ہے۔ وہ یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نجد سے فتنہ برپا کرنے والے کا نام قرن الشیطان کیوں رکھا۔ حضورؐ کے کلام معجز نظام میں یہ نقص کبھی نہیں ہوسکتا کہ آپ کا کوئی لفظ مہمل اور بے معنی ہو۔ اگر ہم اسپر روشنی نہ ڈالیں تو غالباً یہ مضمون تا تمام رہ جائیگا۔ اس لئے ہم اس کا پتہ بھی لگاتے ہیں کہ قرن الشیطان کی وجہ تسمیہ کیا ہے۔

چونکہ محدثین کے زمانہ تک فتنہ قرن الشیطان کا ظہور نہیں ہوا تھا۔ اسلئے حدیث کی کتابیں اسکا صحیح پتہ نہیں دیتیں۔ لامحالہ اب اسپر غور کرنے کی ضرورت ہے یہ ظاہر ہے کہ انسان بہرحال انسان ہے۔ مگر اس کی کسی خاص صفت کے باعث اس کے نام اور بھی کچھ رکھے جاتے ہیں۔ گدھا ایک احمق جانور قرار دیا گیا ہے اس لئے اگر کوئی انسان احمق ہو تو اسے گدھا کہدیا جاتا ہے۔ حالانکہ نہ تو حقیقتاً گدھا ہوتا ہے۔ نہ گدھے کی طرح چارپایہ بن جاتا ہے۔ شیر چونکہ جرأت اور بہادری میں یکتا ہے۔ اس لئے کسی انسان میں اگر جرأت اور بہادری ہو تو اسے شیر کہدیا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ شیر کی طرح پھاڑ کر کسی کو کھا نہیں جاتا۔ اور نہ جنگلوں میں رہتا ہے۔ اس سے ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ کسی خاص وصف کے اعتبار سے انسان کو موصوف کرنے کیلئے اسے بطور لقب گدھا یا شیر بنا دیا جاتا ہے۔

اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ حضور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے جو محمد بن عبد الوہاب یا اس کی جماعت کو قرن الشیطان کا لقب دیا تو ان کے کس خاص وصف کی بناء پر ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی اور بزرگ اس کی وجہ تسمیہ کچھ اور بتائیں

مگر میں نے جو کچھ سمجھا ہے اسے عرض کر دیتا ہوں۔

شیطان کی خاصیت

شیطان کی ایک خاصیت یہ ہے کہ وہ وسوسہ ڈالنے اور دہوکا دینے میں دوستی کا پیرایہ اختیار کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت آدم اور حوا کو اس نے جو دہوکا دیا وہ دشمن بنکر نہیں دیا۔ بلکہ دوستی اور محبت کے پیرایہ میں دیا۔ قرآن شریف میں ہے

وقاسمھما انی لکما لمن الناصحین

یعنے شیطان نے ان دونو (آدم وحوا) کو قسم کھا کر کہا کہ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔ غرضیکہ ناصح مشفق اور ہمدرد بن کر حضرت آدم وحوا کو اس نے دہوکا دیا نتیجہ یہ ہوا کہ شیطان دشمن یا مخالف بن کر کسی کو دہوکا نہیں دیتا۔ اور ظاہر ہے کہ کھلم کھلا دشمن اور مخالف کے دہوکے میں کوئی آ بھی نہیں سکتا۔ تو جو شخص کسی کو دوستی محبت اور ہمدردی کے پیرایہ میں دہوکا دیتا یا اپنا ہم خیال بناتا ہے۔ تو اس میں یہ صفت شیطانی آجاتی ہے۔ اور جس طرح محض جرأت اور بہادری کے سبب سے کوئی جری اور شجاع شیر کے خطاب سے مخاطب ہوتا ہے۔ اور بے وقوفی اور حماقت کے سبب سے کوئی احمق گدہا کہلا سکتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح ہر ایسا شخص جو محبت اور ہمدردی کے لباس میں ظاہر ہوکر لوگوں کو دہوکا دیتا ہے وہ شیطان کے لقب سے ملقب ہو سکتا ہے۔

ظاہر ہے کہ محمد بن عبدالوہاب نے حسب صراحت احادیث بظاہر لوگوں کو کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دعوت دی۔ مگر دراصل وہ خدا اور رسول کا دشمن اور مخالف تھا۔ عوام اس کے فریب میں آگئے یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ حضور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام قرن الشیطان رکھا تاکہ حدیث کے الفاظ یحسنون القول ویسیئون الفعل کی پوری تصدیق ہو

اب نظام آبادی صاحب کے ہندوستانی بھائیوں میں اسی صفت کی تلاش کیجئے اور سراغ لگایئے کہ وہابیت ہندوستان میں کس طرح پھیلی اس کے لئے ہمیں دور جانے کی ضرورت نہیں۔ اخبار اہل حدیث کا فائل اس کی شہادت دے سکتا ہے کہ ہندوستان میں وہابیت کا رواج دہوکا۔ فریب یا

بالفاظ دیگر اسی صفت شیطانی سے ہوا۔ بہت سے مضامین بعنوان تحریک اہلحدیث موجود ہیں جنمیں بعض محرکوں کی نسبت لکھا ہے کہ انہوں نے حنفیت کے بھیس میں رہکر وہابیت پھیلائی۔ ہم ایک مثال ایسی پیش کرتے ہیں۔

شہر قصور ضلع لاہور میں ایک مولوی صاحب آئے جو آج وہاں کے وہابیوں کے سرگروہ بنے ہوئے ہیں۔ کوٹ بدرالدین خان کے مشرق کیطرف آبادی سے ملحق جو مسجد ہے اسمیں قیام کیا۔ پکے صوفی مشرب معلوم ہوتے تھے ان کے وعظ کی مجلسیں ہونے لگیں۔

مولوی شیر نواب خان صاحب جیسے ذی فہم بھی دہوکے میں آگئے وعظوں میں اولیاء اللہ کی کرامتوں کا خاص طور پر بیان ہوتا تھا۔ آخر ایک دولتمند لاولد بزرگ اُن کے دام میں پھنس گئے۔ ان کو پھانس کر ایک مدرسہ اور ایک یتیم خانہ قائم کرایا۔ کچھ جائداد وقف کرائی۔ وہ تو فوت ہو گئے تو مدرسہ اور یتیم خانہ پر اپنا قبضہ جمایا۔

ان کی بیوہ کو ان پر اعتماد تھا۔ قابض ہو گئے اور کھلم کھلا غیر مقلدیت کی تبلیغ ہونے لگی۔

ایسی صدہا مثالیں موجود ہیں۔ مولوی غلام علی صاحب قصوری جنکے دم قدم سے امرتسر میں وہابیت آئی۔ انہوں نے اس زمانہ میں جبکہ ابھی غیر مقلدین نے اپنا لقب اہلحدیث قرار نہیں دیا تھا ایک رسالہ لکھا جسکا نام تحقیق الکلام فی مسئلہ البیعت والالہام ہے۔ اس کے دیباچہ میں انہوں نے اقرار کیا کہ انہوں نے اپنے خیالات چپکے چپکے دوستوں کے کانوں میں کہے۔ اور کھلم کھلا اسلئے تعلیم نہ دی کہ سخت مخالفت کا خوف تھا۔

اگر غیر مقلدین دہوکا اور فریب سے کام نہ لیتے اور اپنے آپکو وہابی کہکر تبلیغ کرتے تو کبھی کامیاب نہ ہوتے۔

آج بھی سنا ہے کہ کوئی مفتی صاحب ہیں جو اپنے آپ کو حنفی ظاہر کرتے ہیں اقتدون الشیطان ثانی کے حملہ حجاز پر انہوں نے الٹے استرے سے حنفیوں کی حجامت شروع کر دی۔

ایک اور شیطانی خصلت

شیطان کا کام ہے کہ اپنا اثر ڈالنے کے لئے

صراط مستقیم سے لوگوں کو بہکانے کیلئے اچھی باتوں کو برے اور برے کو اچھا بنا کر
میں دکھاتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ قرن الشیطان کے گروہ میں عموماً اور ہندوستانی
گروہ میں خصوصاً یہ وصف بدرجہ اتم موجود ہے۔ ہم مثال کے طور پر چند امور بیان
کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔

(۱) ایک حدیث شریف میں ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک
امام قعدہ میں ہے۔ اور سلام سے پہلے اسکو حدث لاحق ہو گیا۔ تو امام اور مقتدیوں
کی نماز پوری ہو گئی۔ یہ صاف اور صریح ہے۔ اور ظاہر ہے کہ نماز میں حدث کا لاحق
ہونا سوائے ہوا خارج ہونے کے اور کسی طرح سے نہیں ہوتا۔ اسی بناء پر حنفیوں کا
یہ مسئلہ ہے کہ اگر قعدہ میں قبل از سلام انسان کا وضو ٹوٹ جائے تو نماز پوری ہو
جاتی ہے۔ اور یہ مسئلہ حدیث کی بناء پر ہے۔ مگر ہندوستان کے متبعین قرن الشیطان
اس صاف اور صریح مسئلہ کو جاہل لوگوں کو مذہب حنفی سے بدظن کرنے کے لئے
اس صورت میں پیش کرتے ہیں کہ "حنفیوں کے مذہب میں اگر کوئی شخص نماز
میں تشہد کے بعد جان بوجھکر گوز مارے تو اس کی نماز ہو جاتی ہے" یہ اس لئے
کہ لوگ حنفی مذہب کو برا سمجھیں۔ حالانکہ نہ بوجھکر گوز مارنے کا حکم ہے نہ اسکا ذکر بلکہ
مسئلہ اتنا ہی ہے۔ جتنا حدیث سے ثابت ہے۔

(۲) حضرت علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں ایک شخص نے ایک عورت پر دعوای کیا کہ وہ مدعی
کی منکوحہ ہے۔ عورت نے انکار کیا۔ حضرت علی مرتضےٰ نے شہادت طلب کی۔ مدعی نے دو گواہ پیش
کر دیئے جنہوں نے شہادت دی کہ انکی موجودگی میں نکاح ہوا تھا اور وہ دونوں گواہ تھے۔ حضرت
علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے فیصلہ بحق مدعی صادر فرمایا۔ اور عورت کو حکم دیا کہ اس کے ساتھ
جائے۔ عورت نے عرض کیا کہ حضور کے حکم سے مجھے عذر نہیں مگر سچی بات یہ ہے کہ میرا نکاح ہرگز
نہیں ہوا۔ مدعی اور دونوں گواہوں نے جھوٹ بولا ہے۔ اسلئے اگر حضور مجھے مدعی کیساتھ
جانے کا حکم صادر فرماتے ہیں تو نکاح کر دیجئے۔ حضرت علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ تیرا
نکاح گواہوں نے کر دیا۔ مراد یہ تھی کہ اگر گواہوں نے جھوٹ بولا تو گناہ انکی گردن پر ہے تم
تم بری الذمہ ہو۔ اور صحیح بھی یہی ہے کہ عدالت جب شہادت کی بناء پر فیصلہ کر دے تو گواہوں
نے اگر جھوٹ بولا ہے تو خدا کی بارگاہ میں سزا پائیں گے۔ مگر فیصلہ عدالت کے رد سے ثابت

اور نافذ رہیگا۔ اور یہی حکم حنفی فقہ میں ہے۔

متبعین قرن الشیطان عوام کو دھوکا دینے کی غرض اور مذہب حنفی کو لوگوں کی نظروں میں برا بنانے کیلئے اسکو اس صورت میں کہتے ہیں کہ "حنفی مذہب میں ہے کہ جھوٹے گواہ دیکر کسی عورت کو اگر حاصل کر لیا جائے تو نکاح کی ضرورت نہیں" مطلب یہ کہ گویا حنفیوں کے نزدیک جھوٹے گواہ پیش کر کے عورت کا حاصل کرنا جائز ہے۔ حالانکہ اسکا کہیں ذکر بھی نہیں۔

(۳) شریعت نے جن جرموں کی سزا مقرر کر دی ہے۔ اسکو حد کہتے ہیں۔ اور اس سزا میں شرعی عدالت کو کم کرنے یا زیادہ کرنے کا کوئی اختیار نہیں مگر جس سزا میں کمی بیشی ہو سکتی ہو۔ اسکو حد نہیں کہتے بلکہ اسکا نام "تعزیر" ہے۔ زنا کی سزا شریعت نے رجم اور سو درے دونوں قسموں کے لحاظ سے مقرر کی ہے۔ اسکا نام حد ہے۔ مگر کسی ایسے شخص کی سزا جو محرمات ابدی سے نکاح کرے حد نہیں کہلاتی اسلئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے کہ ایک شخص کو تو انہوں نے موت کی سزا دی۔ اور ایک ایسے ہی مجرم کو سزائے موت کے علاوہ ضبطی جائداد کی سزا بھی دی۔ چونکہ ایک ہی جرم کی پاداش میں دو مجرموں کو مختلف سزائیں دی گئیں۔ اسلئے یہ سزا تعزیر کہلاتی ہے شرعی عدالت کو اختیار ہے کہ وہ خواہ سزائے موت دے یا ضبطی جائداد کا حکم بھی دے۔ اسی ضمن میں فقہ حنفی کا مسئلہ ہے کہ محرمات ابدی سے نکاح کرنے والے کو حد نہیں ہوگی بلکہ تعزیر ہوگی۔ مسئلہ صاف ہے اور حدیث کے مطابق ہے۔ مگر متبعین قرن الشیطان اسکو اسی پیرایہ میں پیش کرتے ہیں کہ حنفیہ کے نزدیک محرمات ابدیہ سے نکاح کرنے والے پر حد نہیں۔ عوام کو دھوکا دینے کیلئے اسکا مطلب بیان کیا جاتا ہے کہ کوئی سزا اسکو نہیں دیجاویگی۔ حالانکہ مسئلہ کی یہ صورت ہی نہیں۔

ہم نے صرف مثال کے طور پر یہ چند امور لکھے ہیں۔ ان لوگوں کا وطیرہ ہے کہ ایسے ہی کثیر التعداد مسائل کو دھوکا دینے کی غرض سے بذریعہ اشتہارات و کتب ہمیشہ شائع کرتے رہتے ہیں علمائے حنفیہ نے کئی کتابیں اصلیت ظاہر کرنے کیلئے لکھیں مگر چونکہ خصلت شیطانی کا اقتضا یہ ہے کہ ضرور ہی دھوکا دیا جائے۔ اسلئے بار بار انہیں دھوکوں کو دہرایا جاتا صرف اشتہاروں کے عنوانات اور کتابوں کے نام ضرور تبدیل کرتے ہیں۔ کبھی حقیقۃ الفقہ کے نام سے کوئی کتاب تصنیف کرتے ہیں کبھی اور نام سے۔ غرضیکہ یہ لوگ اپنے اعمال سے ثابت کر رہے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقتدا اور اس جماعت کا نام قرن الشیطان رکھا ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہے۔ صدق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔

ہم امید کرتے ہیں کہ تمام وہابی گروہ عموماً اور مسٹر نظام آبادی خصوصاً اب سمجھ گئے ہونگے کہ ہندوستان میں کون لوگ قرن الشیطان ہیں۔ اللھم احفظنا من شرورہم۔ آمین۔

میاں نظام آبادی نے مضمون زیر بحث کے بعد بھی اخبار اہلحدیث میں ایک مضمون لکھا ہے جو مولوی شرف الدین صاحب کے مضمون ہی کا خلاصہ ہے۔ اور اسکا جواب مفصل ہمارے مضمون میں ہو چکا ہے۔ اس لئے ہم اسکو نظر انداز کرتے ہیں۔

الحمد للہ علیٰ احسانہ کہ اس عاجز نے حدیث قرن الشیطان و نجد کی پوری شرح کر دی اور وہابیہ کی تمام تاویلات رکیکہ اور اعتراضات واہیہ کا دندان شکن جواب دیا۔ ثم الحمد للہ رب العلمین +

ضمیمہ

(مزارات اور قبے)

قرن الشیطان ثانی نے حجاز مقدس کو اپنے نجس وجود سے ناپاک کرنیکے ضمن میں طائف میں ظلم و ستم کئے۔ غیر مسلمانی آبادی کو تہ تیغ کیا۔ عورتوں کی عصمت دری کی۔ بچوں اور بوڑھوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ مسلمانوں کا مال لوٹا صرف اس جرم پر کہ اہل طائف قرن الشیطان کے مذہب میں داخل نہ تھے۔ اسکے علاوہ مسجدیں مسمار کیں۔ مزارات مقدسہ کی توہین میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ قبہ مولد النبی و مولد فاطمہ و دیگر آثار متبرکہ کو منہدم کیا۔ اسپر جب مسلمانان عالم نے صدائے احتجاج بلند کی تو ہندی حامیان و متبعان قرن الشیطان نے دھواں دھار مضامین لکھے جنمیں یہ دکھانے کی کوشش کی کہ قبہ جات اور مزارات کی بنا ہی ناجائز ہے۔ اور انکا گرانا ضروری تھا۔ اسکے جواب میں علمائے حق کیطرف سے بھی مضامین شائع ہوئے۔ اخبارات کے علاوہ کتابوں کی صورت میں امرتسر کے ایک مقتدر بزرگ نے بھی ایک رسالہ اس موضوع پر تحریر فرمایا جسکا ذکر مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنے رسالہ "وہابی تحریک پر ایک نظر" میں کیا ہے۔ فاضل مصنف کے دلائل کا جواب تو جناب ادیب صاحب اہلحدیث کی بساط سے باہر تھا۔ مگر لہو لگا کر شہیدوں میں شامل ہونیکی غرض سے صرف ایک فقرہ پر اعتراض کیا۔ اور باقی پر اپنے سکوت سے مہر تصدیق ثبت کر دی۔

اکثر احباب کی خواہش تھی کہ میں بھی اسپر کچھ لکھوں۔ مگر میرے خیال میں جسقدر مضامین اہل

دین کیطرف وہابیوں کے رد میں اس مبحث پر لکھے جا چکے ہیں وہ وہابیوں کا منہ بند کرنے اور دانت توڑنے کیلئے کافی سے زیادہ ہیں۔ اسلئے ضرورت باقی نہیں کہ خاکسار اسپر کچھ لکھے۔

البتہ ضروری ہے کہ میں اپنے ایک مختصر مضمون کو جو اخبار الفقیہ میں شائع ہو چکا ہے یہاں درج کر دوں۔ تاکہ مزارات اور قبوں کی بحث میں اصول کے طور پر کار آمد ہو۔ اور اصل مبحث پر پوری روشنی پڑے۔ چنانچہ وہ مضمون یہ ہے۔ کھلا عریضہ جناب مولوی مکرمی السلام علیکم۔ وہ تمام مضامین جو قبوں اور مزارات کے متعلق اخبارات میں شائع ہوئے اس احقر نے دیکھے میرا خیال ہے کہ آجکل عموماً احادیث پر اسی رنگ میں عمل کیا جا رہا ہے جسکی ایک مثال جناب مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کسی تصانیف میں لکھی ہے۔ وہ یہ کہ ایک شخص نے اپنے بیٹے کو وصیت کی۔ . . . کہ جب کوئی معزز آدمی آئے تو اسکو اونچی جگہ بٹھانا۔ اسکے ساتھ نرم اور ملائم باتیں کرنا۔ اسکو پر تکلف کھانا کھلانا اور اس کے سامنے لباس فاخرہ نہ پہننا۔ باپ کے مرنے کے بعد اس سعادتمند بیٹے نے ایک اونچا ٹیلہ بنایا۔ کوئی معزز مہمان بغرض تعزیت تشریف لائے۔ تو اسی ٹیلہ پر بٹھا دیا۔ کھانے کا انتظام کیا۔ ٹاٹ بدن پر لپیٹ کر مہمان کے پاس آئے۔ مہمان نے اسکے والد کی وفات پر اظہار افسوس کیا۔ اور صبر کی تلقین کی سعادتمند میزبان نے جواب میں کہا "روئی" مہمان حیران ہوا اور کہا کیا کہتے ہو۔ میزبان نے جواب دیا "ریشم" مہمان کی حیرت کی کوئی انتہا نہیں تھی۔ آخر اسنے کہا کہ برخوردار یہ کیسی بہکی باتیں کر رہے ہو۔ کچھ عقل کی باتیں کرو۔ برخوردار نے غصے ہو کر جواب دیا کہ عجیب آدمی ہو۔ میں نے اپنے والد کی وصیت پر عمل کیا۔ تمکو اونچی جگہ ٹیلہ پر بٹھایا۔ ٹاٹ کا لباس پہنا۔ اور نرم بات کرنیکیلئے روئی پھر ریشم کے الفاظ استعمال کئے۔ رہی پر تکلف دعوت سو تمہارے واسطے پچاس روپیہ کا کتا مار ڈالا ابھی تم مجھ سے یہ تقاضا کر رہے ہو کہ عقل کی بات کرو۔

بعینہ یہی حال آج عمل بالحدیث کا ہے۔ تدبر اور تفکر کا نام تک نہیں درایت کو تحقیق سے کوئی تعلق ہی نہیں رہا۔ اور مسلمانوں کا بعض حصہ گمراہ ہو رہا ہے۔ فرقہ پر فرقہ نیا پیدا ہوتا جاتا ہے۔ یہی خطرہ فقہاء کرام کو تھا اسلئے انہوں نے فیصلہ کیا تھا کہ الحدیث مضلۃ الا للفقہا اور اسی لئے علامہ چلپی شارح منیہ نے فرمایا تھا۔

وکذا یرجح ما فی الصحیحین او احدھما بما یلی اصح الاحادیث وما اتفقا علیہ ثم ما انفرد بہ البخاری ثم ما انفرد بہ مسلم ثم	اور نہیں راجح ہوتا جو کچھ کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہو۔ اور

ما اشتمل علیہ شرطھما ثم علی شرط البخاری ثم علی شرط مسلم فان ذلک تحکم لا یجوز التقلید فیہ۔
(کبیری شرح منیہ ص۳۷)

انمیں سے ایک میں جو کہا گیا ہے کہ زیادہ صحیح وہ حدیث ہے جسپر بخاری و مسلم دونوں متفق ہیں پھر جو اکیلے بخاری نے بیان کی پھر وہ جو اکیلے مسلم نے بیان کی پھر بخاری اور مسلم کی شرط پر پھر مسلم کی شرط پر پس تحقیق اسمیں تحکم ہے۔ اسکی تقلید جائز نہیں"

میں دیکھتا ہوں کہ مضامین نگار اسی مرض میں مبتلا ہیں لیکن مینے آپکا مضمون جو فرنگی محل کے علمائے کرام کے فتوے پر بصورت تنقید لکھا گیا۔ بہت پسند کیا۔ اسلئے کہ آپکا مضمون بمقابلہ دیگر مضمون نگاروں کے محققانہ طرز کو لئے ہوئے ہے۔ یہ وجہ ہوئی کہ مجھے جرأت ہوئی کہ آپ سے شرف مخاطبہ حاصل کروں میرا خیال ہے کہ ہر ایک بحث میں بنیادی اصول مقرر ہونے چاہئیں۔ تاکہ نفس مضمون زیادہ دلچسپ اور مفید ہو۔ اس غرض سے میں جناب کی خدمت اقدس میں چند سوالات با امید جوابدہی کرتا ہوں۔ انکے جواب باصواب موصول ہونے پر یہ خاکسار کچھ عرض کریگا۔ اور دوسرے مضامین نگار بھی اس سے مستفید و مستفیض ہونگے۔ میں امید کرتا ہوں کہ جناب از راہ عنایت و کرم ان سوالات کا جواب اسی محققانہ انداز سے تحریر فرمادینگے۔ جو آپ نے اپنے پہلے مضمون میں اختیار فرمایا تھا۔ سوالات یہ ہیں۔

(۱) حدیث مسلم جسمیں قبروں کے زمین سے برابر کردینے کا حکم حضرت علی کرم اللہ وجہ کو ہوا تھا۔ باعتبار روایت کے صحیح ہے۔ یا نا قابل حجت؟

۲۔ اگر حدیث صحیح ہے تو کیا یہ حکم قبور مسلمین کیلئے تھا۔ یا قبور کافرین کیلئے۔

(۳) اگر حکم قبور مسلمین کیلئے تھا تو کیا اسوقت تک مسلمانوں نے اتنی قبریں بلند بنوائی تھیں تو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ان پر نگرانی تھی یا نہیں؟

(۴) اگر قبور مسلمین ہی کیلئے یہ حکم تھا۔ تو کیا صحابہ کرام نے اس حکم کی تعمیل نہیں کی؟ اگر تعمیل کی تھی تو حضرت علی کرم اللہ وجہ کو پھر کیوں ضرورت پڑی کہ کسی کو قبروں کے زمین کے برابر کردینے پر اسیطرح مامور فرماتے جسطرح کہ وہ بارگاہ نبوی سے مامور ہوئے تھے۔ اور اگر تعمیل نہیں کی تو کیا صحابہ کرام پر یہ الزام تو عائد نہیں ہوسکتا کہ انہوں نے نافرمانی کی اور حکم نہ مانا۔

(۵) جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سفر شام کیا تھا تو کیا انہوں نے اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس حکم کی تعمیل میں انبیائے کرام کی بلند قبریں منہدم کرا کے زمین کے برابر کرادی تھیں اگر انہوں نے ایسا حکم دیا اور اس کی تعمیل ہوئی تو اسکا ثبوت دیا جائے؟ اگر انہوں نے قبروں کے کامل میں انہدام اور تسویہ کا حکم نہیں دیا تو بتایا جائے کہ کیوں انہوں نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم

کے حکم کی تعمیل نہیں کی؟

نوٹ:۔ اس کے جواب میں اگر یہ کہا جائے کہ یہود و نصاریٰ کی تالیف قلوب کیلئے انہوں نے حکم نہیں دیا تو اس کا ثبوت ضروری ہے۔ دوسرا یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ جیسا عزت مند بہادر محض غیر مسلموں کی تالیف قلوب کیلئے ایسے احکام الٰہی و احکام نبوی کو ملتوی کر دیا کرتے تھے۔ جو ضروری ہوں اور باعث پیدائش شرک ہوں

(۶) تسویۃ سے کیا مراد ہے۔ کیا زمین کے برابر کر کے قبر کا نشان تک مٹا دینا جیسا کہ ظاہر الفاظ سے پایا جاتا ہے یا اور کچھ مراد ہے۔ اگر اور کچھ مراد ہے تو اس کا ثبوت پیش کریں۔

(۷) اگر تسویۃ سے مراد زمین کے برابر کر دینا اور نشان تک مٹا دینا مراد ہے۔ تو حضور سرور کائنات نے کوہان شتر کے مطابق قبریں بنانے کا حکم صادر فرمایا۔ اور جن قبروں پر کھجور کی شاخ کو بغرض تخفیف عذاب رکھ دیا تھا۔ ان کو کیوں زمین کے برابر نہ کروا دیا۔ اور قبر کے متعلق جو بعض روایتوں میں تسنیم اور تربیع کا پتہ چلتا ہے یا کسی قبر پر حضورؐ کا پتھر نصب فرمانا ثابت ہے۔ کیا وہ سب کی سب روایتیں غلط ہیں یا صحیح ہیں؟ اگر صحیح ہیں تو تسویۃ کیسے ہوگا۔ جبکہ نشانات باقی تھے۔ اور اگر یہ سب روایتیں غلط ہیں تو کس دلیل سے۔

(۸) رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جب حجرہ عائشہؓ صدیقہ میں مدفون ہوئے کیا صحابہ کرام نے اس حجرہ کی چھت اتروا دی تھی؟ اگر اتروا دی تھی تو اس کا ثبوت پیش فرمائیں۔ اور اگر چھت نہیں اتروائی تو کیا قبہ اور چھت میں کوئی فرق ہے۔؟ اور کیا قبر پر چھت بعد دفن بنانے اور قبل از دفن بنے ہوئے میں کوئی فرق و امتیاز شریعت نے رکھا ہے۔؟

(۹) اگر مزارات کے قبے اور چھتیں ضرور ہی واجب الانہدام ہیں تو کیا گنبد خضرا اس حکم سے مستثنےٰ ہے۔ اگر جواب اثبات میں ہے تو دلیل بتائی جائے۔ اگر نفی میں ہے تو کیا گنبد خضرا کا انہدام نجدیوں پر واجب نہیں۔

(نوٹ) اس سوال سے یہ غرض ہے کہ نجدی کہ اقراروں یا اعلانوں کی تصدیق یا تبدیل ہو جائے۔

(۱۰) جو قبے کسی مزار پر نہ تھے بلکہ کسی خاص تاریخی اور متبرک موضع کی یاد رکھنے کیلئے تھے۔ کیا

وہ بھی قبروں کی طرح واجب الانہدام ہیں۔ اور قبروں کے حکم میں داخل ہیں۔ اگر جواب اثبات میں ہے تو اس کی دلیل کیا ہے۔ اور اگر نفی میں ہے تو وہ کس حدیث کے حکم کے تحت میں آسکتے ہیں۔

(۱۱) جس فعل سے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے نہی فرمائی ہو کیا وہ ما نھٰکم عنہ فانتھوا میں ہی داخل ہو کر مفید حرمت یا کراہیت ہے۔ یا کسی حالت میں مفید اجتناب و اباحت بھی ہے۔

اگر شق اول ہے تو نہی کے باوجود اسکا ارتکاب کرنیوالا کسی وعید کا مستحق ہے یا کیا

(۱۲) کسی فعل سے روکنے کیلئے لفظ نہی وارد ہوتا ہے اور کسی فعل سے روکنے کے لفظاً تو نہی نہیں ہوتی مگر حرف لا استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً لا تکتبو یا لا تفعلو وغیرہ تو ان دونوں میں کیا فرق ہے۔

(۱۳) اگر نہی بلفظ نہی یا بحرف لا ہو تو پھر اس فعل کا مرتکب جس سے منع کیا گیا ہو کسی وعید کا مستوجب اور مستحق ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیا رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بعد کہ صرف فرض نماز میں مسجد میں ادا کیا کرو۔ اور نوافل وغیرہ مسجد میں نہ پڑھو اگر کوئی شخص مسجد میں غیر مکتوبہ نماز ادا کرے تو وہ بھی شامل اور مستحق وعید ہے یا نہیں اور اگر مستحق وعید نہیں تو کس دلیل سے۔

مجھے امید ہے کہ آپ بڑی دریا دلی سے محققانہ جواب تحریر فرما کر مجھے ممنون فرمادیں گے اگر آپ کا جواب اخبار زمیندار میں درج ہوا تو میں دیکھ لوں گا۔ اور اگر آپ نے کسی اور اخبار میں درج کرایا تو بڑی نوازش ہوگی کہ اس کی ایک کاپی مجھے بھی ذیل کے پتہ پر مرحمت فرمائی جاوے۔ والسلام۔

المفتقر الے اللہ احد غلام احمد عافاہ اللہ وایدہ محلہ قلعہ کوچہ رمدایاں امرتسر

نوٹ:۔ میں آجتک منتظر ہوں مولوی عبدالماجد صاحب کی طرف سے کوئی جواب مجھے حصول نہیں ہوا۔ ؎

بے خودی بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جسکی پردہ داری ہے